عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۱ | ۲۷رجب تا ۴/شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق یکم تا ۷/مارچ ۲۰۲۲ء | شمارہ: ۹

پردہ اور مختلف مذاہب کی تعلیمات

شعبان المعظم

عظمت وفضیلت

شاہراہِ انسانیت کی روشن قندیلیں

اصولِ حیات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

تعزیت کا مستحب طریقہ

س:...... ہمارے علاقہ میں اگر کسی کا انتقال ہوجائے تو لوگ تعزیت کے لئے آتے ہیں پھر گھر والوں میں سے جو بھی مل جائے اس کو کہتے ہیں کہ چلو دعا کرلیں اور پھر سب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور یہ سلسلہ مہمانوں کی آمد کے ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے، کچھ لوگ یہ بھی کرتے ہیں کہ ایک بار سورۂ فاتحہ، تین بار قل ھواللہ احد اور ایک دفعہ درود شریف پڑھتے ہیں پھر دعا کرتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اس طرح تو گھر والے پڑھتے پڑھتے تھک کر اکتا جاتے ہیں اور ان پر گراں گزرتا ہے، کیا یہ ٹھیک ہے یا بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو گھر والوں کو کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... تعزیت کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کے پسماندگان کو ملیں تو یوں کہیں کہ: اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اس سے درگزر فرمائے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور آپ کو ان کی جدائی پر جو صدمہ ہوا ہے اس پر صبر اور اجر عطا فرمائے۔

”ویستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفر اللّٰہ تعالٰی لمیتک وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقک الصبر علٰی مصیبتا اجرک علی موته۔“

(عالمگیری، ج:۱،ص:۱۶۵)

میت کو ایصال ثواب کرنا تو ثابت ہے، اپنے طور پر جو شخص بھی ایصالِ ثواب کرنا چاہے کرسکتا ہے، شرعاً اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ تعزیت کے وقت دعا اور ایصالِ ثواب کی مروجہ صورت شرعاً ثابت نہیں ہے۔

قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

س:...... کیا نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کے قریب کھڑے ہوکر اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے؟ اسی طرح تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا اور قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے؟

ج:...... نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں اور نماز جنازہ خود میت کے لئے دعا ہی تو ہے۔ اسی طرح تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا بھی شرعاً ثابت نہیں۔ البتہ قبرستان میں قبر کے پاس کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت اور درست ہے۔ اس لئے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث مبارکہ آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت البقیع میں تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی: ”...... حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انصرف فانصرفت...... الخ۔“

(الصحیح المسلم، ج:۱،ص:۳۱۳)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں: (۱) لمبی دعا کرنا اور تکرار کے ساتھ دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ (۲) قبرستان میں کھڑے ہوکر دعا کرنا بہ نسبت بیٹھ کر دعا کرنے کے زیادہ کامل ہے: ”فیه استحباب اطالة الدعا وتکریره رفع الیدین فیه وفیه ان دعا القائم اکمل من دعاء المجالس فی القبور۔“ (نووی شرح مسلم، ج:۱،ص:۳۱۳)

اور فتاویٰ عالمگیری (ج:۵،ص:۳۵۰) میں لکھا ہے کہ قبر پر دعا مانگنا ہو تو قبر کی طرف پشت اور قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوّۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۱ ۲۷؍رجب المرجب تا ۴؍شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ مطابق یکم تا ۷؍مارچ ۲۰۲۲ء شمارہ:۹

اس شمارے میں!

شعبان المعظم .... عظمت وفضیلت	۴	محمد اعجاز مصطفی
اصولِ حیات	۶	مولانا عبدالاحد، لودھراں
پردہ اور مختلف مذاہب کی تعلیمات	۹	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
فوجداری قانون میں ترمیم اور عدلیہ کا کردار	۱۳	حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
ماہنامہ ''لولاک'' کا تعارف	۱۵	حافظ خرم شہزاد
شاہراہِ انسانیت کی روشن قندیلیں	۱۷	مولانا محمد یوسف لدھیانوی
کیا قادیانی خوش اخلاق ہیں؟	۲۱	مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری
تبلیغی ودعوتی اسفار	۲۳	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

محمد اعجاز مصطفیٰ

اداریہ

شعبان المعظم ..... عظمت وفضیلت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اسلامی تقویم کا آٹھواں مہینا ''شعبان'' کہلاتا ہے۔ یہ بڑی عظمتوں اور فضیلتوں والا مہینا ہے۔ اس کی عظمت وفضیلت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ یہ مہینا رمضان کے مبارک مہینے کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس کی آمد رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں والے مہینے ''رمضان المبارک'' کی قربت کی نوید لاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رجب المرجب اور شعبان المعظم میں اس دعا کا اہتمام فرماتے تھے: ''اللّٰھم بارک لنا فی رجب و شعبان وبلغنا رمضان'' کہ: یا اللہ! رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمارے لئے برکت فرما اور خیریت کے ساتھ ہمیں رمضان تک پہنچا (یعنی رمضان کے استقبال اور احترام کی توفیق دے)۔ (رواہ ابن عساکر عن انسؓ)

اس ماہ کا نام ''شعبان'' ہونے کی وجہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی ہے: ''شعبان کو شعبان اس لئے کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس میں روزہ رکھتا ہے، اس کو خیر کثیر ملتی ہے حتی کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔'' (رواہ الرافعی)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی تصنیف ''ما ثبت بالسنۃ'' میں حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں: اس مہینے کا شعبان نام اس لئے رکھا گیا کہ روزہ دار کی نیکیوں (کے ثواب میں) درخت کی شاخوں کی طرح اضافہ ہوتا ہے۔

شعبان کے مہینے کی عظمت اس وقت دو چند ہو جاتی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں: ''شعبان میرا مہینا ہے اور رمضان خدا کا مہینا ہے۔'' (مسند الفردوس للدیلمیؒ عن اسامہؓ) اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر تم کو کسی مہینے میں روزے رکھنا ہی ہیں تو شعبان میں رکھا کرو، اس واسطے کہ شعبان میں بہت فضیلت ہے۔'' (رواہ ابن زنجویہؒ) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے۔ ام المومنین سیّدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: ''میں نے کبھی دو مہینے کے پے درپے روزے رکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، سوائے شعبان ورمضان کے۔'' (ترمذی) ام المومنین سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ''ایک مرتبہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! روزہ رکھنے کے لئے آپ شعبان کا مہینا بہت پسند فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''بے شک، عائشہ! سال میں جو شخص مرتا ہے اس کا وقت شعبان ہی میں معین کر دیا جاتا ہے، اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا وقت (موت) مقرر کیا جائے اس حال میں کہ میں اپنے رب کی عبادت کر رہا ہوں اور عمل صالح میں مشغول ہوں۔'' (خطیب، ابن نجار) حضرت اسامہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزہ رکھتے ہوئے دیکھتا

ہوں، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ’’یہ شعبان ایسا مہینا ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے، لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں، اس مہینے میں اللہ رب العالمین کے حضور میں لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔‘‘ (نسائی)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جو عبادات فرض کی ہیں، ان کی مثل کچھ عبادات نفل کے درجے میں بھی رکھی ہیں اور ان کا بڑا اجر وثواب مقرر فرمایا ہے۔ جیسے پنج وقتہ نماز کے علاوہ فرض نماز سے قبل اور بعد کے سنن ونوافل، تہجد، صلوٰۃ التسبیح، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ المسجد، صلاۃ التوبۃ، نماز حاجات، شکرانے کی نماز وغیرہ۔ رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ شوال المکرّم کے چھ روزے، ذوالحجہ کے ابتدائی عشرہ کے روزے، نو اور دس محرم الحرام کے روزے، ۱۵؍شعبان کا روزہ، ہر ماہ کے ایام بیض کے روزے، ہر پیر اور جمعرات کے روزے وغیرہ۔ ہر صاحبِ نصاب پر سال میں ایک مرتبہ ڈھائی فیصد زکوٰۃ کے علاوہ صدقۃ الفطر، صدقات نافلہ، عطیات، قربانی اور زندگی میں ایک بار حج بیت اللہ کے علاوہ عمرہ۔ یہ تمام تر عبادات جو فرائض کے علاوہ ہیں، سنتوں اور نفلوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ان سنن ونوافل میں بڑی حکمتیں ہیں، مثلاً جو سنن ونوافل فرض نماز سے قبل ہیں، ان میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ نمازی کا دل دنیاوی کثافتوں سے یکسو ہو کر بارگاہ خداوندی کی طرف مکمل متوجہ ہو جائے، فرض ادا کرنے سے قبل سنتوں اور نفلوں کی ادائیگی سے ایک بار اس کی مشق کر لی جائے تا کہ جب نمازی فرض نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس کا دل و دماغ عبادت ومناجات کے عادی ہو چکے ہوں اور وہ نمازی مکمل یکسوئی وتوجہ کے ساتھ فرض نماز کے فریضے سے سبکدوش ہو سکے۔ اسی طرح ہر نمازی فرض نماز کے بعد کی سنتیں اور نفلیں اس لئے ادا کرے تا کہ اگر فرض کی ادائیگی میں کوئی ایسی کمی یا کوتاہی ہوگئی ہو جس کا ازالہ سجدہ سہو سے نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی نماز لوٹانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

پس رمضان المبارک کی آمد سے قبل شعبان المعظم کے مہینے میں روزوں کی کثرت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، امت کو تعلیمات وہدایات کا مقصد دراصل اللہ تعالیٰ کے مہمان رمضان کی آمد سے قبل اس کی تیاری کرنا اور فرض روزوں کی ادائیگی کے لئے جسم کو اس کا عادی بنانا، روزہ کی عبادت کے دوران دل ودماغ کو روزے کے مقصد کی طرف متوجہ رکھنا اور اس مہتم بالشان عبادت کے لئے یکسو ہونا ہے۔ خدا ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوی الاستعداد تھے، آپ کو انوار واسرار کی غذا ملتی تھی، صفائے قلب آپ کا منتہا ہوتی تھی، اس لئے آپ شعبان کا تقریباً پورا مہینا روزے سے رہتے تھے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی کمزور استعدادوں کی بنا پر ہم پر شفقت ورحمت فرماتے ہوئے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے تا کہ رمضان کی آمد پر نئے جوش وولولے اور تازہ عزم کے ساتھ فرض کی ادائیگی آسان ہو سکے، ورنہ مشکل پیہم کا شکار ہو کر اکتاہٹ اور بیزاری رمضان کے احترام وتقدس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان کا مہینا آدھا باقی رہ جائے تو تم روزہ نہ رکھو۔ (ترمذی) اس لئے عوام کو چاہئے کہ شعبان کے پہلے پندرہ دنوں میں کثرت صیام کا اہتمام رکھیں، خصوصاً پندرہ شعبان کا روزہ، (جس کی فضیلت ان احادیث میں وارد ہوئی ہے جو امت کے اکثر طبقے کے نزدیک عوام میں اعمال صالحہ کی اہمیت پیدا کرنے کے نکتہ نظر سے قابل قبول اور معمول بہا ہیں) رکھنا چاہیے اور اگر اس کے ساتھ تیرہ اور چودہ شعبان کے روزے بھی رکھ لئے جائیں تو ایام بِیض کے سنت روزوں پر عمل بھی ہو جائے گا۔

البتہ شعبان کے پورے مہینے کی راتوں میں حتی المقدور جاگ کر عبادت کرنا، نالہ نیم شبی اور آہ سحر گاہی سے شب کے اندھیروں کو اجالا بخشنا توفیق

(باقی صفحہ 27 پر)

اصولِ حیات

مولانا عبدالاحد، لودھراں

دین کے مطابق زندگی گزارنا انسانی زندگی کا مقصد ہے، مال و دولت، کھانا پینا، کپڑا، مکان انسانی زندگی کی ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔“ (الذاریات:۵۶)

ترجمہ: ”جنات اور انسانوں کو میں نے پیدا کیا محض اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔“

اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے دین کے مطابق زندگی گزارنا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

جس کلمہ کو پڑھ کے انسان دین کے اندر داخل ہوتا ہے، اس کلمہ کا درس بھی یہی ہے کہ انسان محض اللہ کی عبادت کرے، اور اللہ کے حکموں کے مطابق زندگی گزارے ”لا الٰہ الا اللّٰہ“ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ کے حکموں کو ماننا لازم تو ہے، لیکن اس کا طریقہ بھی معلوم ہونا چاہئے تو وہ طریقہ ہے ”محمد رسول اللّٰہ“ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول و پیغمبر ہیں، یہ جملہ ہمیں پیغام دے رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے بھی احکام اپنے بندوں کے لئے نازل فرمائے وہ اپنے نبی پر اتارے، جب اللہ کے احکام نبی کے علاوہ کسی اور سے نہیں مل سکتے تو ان پر عمل کرنے کا طریقہ بھی نبی سے ہی ملے گا۔ اس کے علاوہ کسی اور کا طریقہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

چنانچہ اسی دین پر عمل کرنے کا درس دیتے ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کون مجھ سے ان باتوں کو لے گا جو خود ان پر عمل کرے یا آگے اس شخص کو سکھادے جو وہ ان پر عمل کرے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر پانچ چیزیں شمار کیں، فرمایا: ”اتق المحارم تکن اعبد الناس“ حرام کردہ چیزوں سے بچتے رہو تو لوگوں سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ ”وارض بما قسم اللّٰہ لک تکن اغنی الناس“ اللہ نے تیری قسمت میں جو کچھ دے دیا ہے اس پر راضی ہوجا تو تو لوگوں میں سب سے زیادہ مال دار ہوجائے گا۔ ”واحسن الٰی جارک تکن مؤمناً“ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کر تو تو کامل ایمان والا ہوجائے گا۔ ”واحب للناس ما تحب لنفسہٖ تکن مسلماً“ اور تو لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو تو فرمانبردار بن جائے گا۔ ”ولا تکثر الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب“ اور زیادہ مت ہنسا کر کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے۔

(الترمذی، ج:۲، ابواب الزہد:۵۰۵)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ جملے ارشاد فرمائے: ان میں سے ہر ایک جملہ انسانی زندگی کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

پہلے جملے میں ارشاد فرمایا: حرام کردہ چیزوں سے بچ تو تو لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہوگا۔ اس جملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کا مفہوم بتایا ہے، اس مبارک جملے کا مقصد پہچاننے سے پہلے عبادت کا معنی معلوم ہونا چاہئے۔ عربی میں لفظ ”عبادۃ“ کا معنی ہے خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خضوع کرنا اور یہ سب الفاظ قریب المعنی ہیں، جن کا خلاصہ ہے، مالک کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردینا، بغیر کسی دلیل اور بغیر چوں چراں کے حکم مان لینا، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا ”اَسْلِمْ“ ”اے ابراہیم! اپنے آپ کو سپرد کر تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا: ”اسلمت لرب العالمین“ میں اپنے آپ کو رب العالمین کے سپرد کردیا، جبکہ ہمارے ہاں عبادت کا مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ ایک بندہ نفلی نمازیں زیادہ پڑھے، ذکر و اذکار زیادہ کرے تو اس کو ہم عبادت گزار سمجھتے ہیں، بلکہ یہ عبادت کا ایک حصہ ہے، حقیقی عبادت یہ ہے کہ فرائض واجبات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بھی بچتا رہے، ایک شخص نفلی نمازیں اور ذکر واذکار تو بہت زیادہ کرتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ سود بھی کھاتا ہے، چغل خوری اور غیبت بھی کرتا ہے، کسی کا ناحق مال بھی کھاتا ہے، کسی کی عزت پر ڈاکا بھی ڈالتا ہے تو یہ شخص بدبخت تو ہے، لیکن عبادت گزار نہیں۔ دوسرا اصول حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا:’’اللہ کی تقسیم پر راضی ہوجا تو تو لوگوں سے زیادہ غنی ہوجائے گا۔‘‘ غنی کے دو معنی ہیں: ایک ہے مال دار ہونا اور دوسرا ہے دل میں لوگوں سے سوال کا تقاضا پیدا نہ ہونا۔ جسے ہم استغناء سے تعبیر کرتے ہیں، اگر ’’اغنیٰ‘‘ سے مال داری اور نعمتوں اور نعمتوں کی کثرت مراد ہو تو ’’ارض بما قسم اللہ لک‘‘ کا معنی ہوگا، مال کی کمی کی وجہ سے اللہ کی ناشکری نہ کر کہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ کھانے کے لئے خوراک پوری نہیں ہوتی، پہننے کے لئے لباس پورا نہیں، رہنے کے لئے مکان پورا نہیں، اگر اس ناشکری سے تو اپنے آپ کو بچائے گا تو اللہ تجھے لوگوں سے زیادہ مالدار کردے گا۔ اس معنی کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:’’واذتأذن ربکم لان شکرتم لازیدنکم‘‘ اعلان کردیا ہے اگر تم شکر کروگے تو میں البتہ ضرور تم پر (نعمتوں کا) اضافہ کردوں گا۔ اور اگر ’’اغنیٰ‘‘ کا معنی استغناء ہو تو پھر ’’وارض بما قسم اللہ لک‘‘ کا مطلب ہوگا کہ اللہ کی تقسیم پر راضی ہوجا لوگوں سے سوال مت کر تو تو لوگوں سے مستغنی ہوجائے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ تیرے دل میں سوال کا تقاضا ہی ختم کردے گا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’الغنیٰ غنی النفس‘‘ حقیقی مال داری دل کا مستغنی ہونا ہے۔

زندگی کا تیسرا اصول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’واحسن الیٰ جارک تکن مومناً‘‘ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کر تو تو کامل ایمان والا ہوجائے گا۔ اس جملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد کی ادائیگی کا درس دیا ہے، انسان کا اکثر واسطہ پڑوسیوں کے ساتھ ہوتا ہے تو ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا، کیونکہ احسان کے بغیر امن قائم نہیں ہوسکتا، احسان کہتے ہیں: اس کے حق سے بڑھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور احسان عدل (انصاف) سے بڑھ کر ہے، عدل کا معنی ہے دوترازو آپس میں برابر ہوجائیں، مطلب یہ کہ آپ کا پڑوسی آپ کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے، آپ بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں، تو یہ عدل ہے، اس میں معاملہ دونوں طرف سے برابر ہے، اس میں کوئی اجر وثواب نہیں، مگر عدل لازمی اور ضروری ہے۔ اجر وثواب کا معاملہ احسان ہے، آپ کا پڑوسی آپ کے ساتھ زیادتی کرتا ہے آپ اس کو معاف کرکے اس کے ساتھ پہلے سے زیادہ اچھائی کا معاملہ کرتے ہیں اور جب تمہارے رب نے تو یہ اجر وثواب کا باعث ہے اور امن اسی احسان سے قائم ہوتا ہے، کیونکہ پڑوسی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا میل جول زیادہ ہوتا ہے اور انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق کسی انسان کا مزاج دوسرے انسان کے مزاج کے موافق ہونا ناممکن ہے تو لازمی بات ہے کہ مزاج کی عدم موافقت کی وجہ سے ایک دوسرے سے خلاف مزاج باتیں پیش آئیں گی، اگر برابری کا معاملہ کرتے رہے تو ممکن ہے کہ معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جائے، لہٰذا احسان کا معاملہ کرکے امن قائم کیجئے اور ایمان کامل کیجئے، کیونکہ ایمان ہے ہی امن سے اور پڑوسی سے مراد صرف وہ پڑوسی نہیں ہے جس کا گھر آپ کے گھر کے ساتھ ہے یا وہ آپ کی گلی کا رہنے والا ہے، بلکہ اس سے مراد وہ پڑوسی ہے جس کا ساتھ اکثر آپ کو حاصل ہے، البتہ حق کی ادائیگی میں پڑوسیوں کے مراتب ہیں، اس میں پہلا حق اس پڑوسی کا ہے جو رشتہ دار بھی ہے، کیونکہ آپ پر اس کا ڈبل حق ہے، ایک قرابت کا، دوسرا پڑوسی ہونے کا۔ دوسرا حق اس پڑوسی کا ہے جس کا گھر آپ کے گھر کے قریب ہے، تیسرا حق اس پڑوسی کا ہے جو آپ کے پہلو میں رہتا ہے، یعنی اس کا اٹھنا بیٹھنا آپ کے ساتھ ہو چاہے وہ ایک ہی جماعت میں آپ کے ساتھ پڑھنے والا طالب علم ہو یا کسی تعلیمی ادارے میں آپ کے ساتھ پڑھانے والا استاذ ہو یا کسی سرکاری یا پرائیویٹ یا کاروباری ادارے میں کام کرنے والا آپ کا پارٹنر (شریک) منیجر یا پھر ملازم ہو۔ چوتھا حق اس پڑوسی کا ہے جو سفر میں آپ کے ساتھ ہے۔ ان چاروں پڑوسیوں کو قرآن مجید میں بھی درجہ وار ذکر کیا گیا ہے:

’’وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ‘‘

(النساء:۳۶)

والجار ذی القربیٰ (رشتہ دار پڑوسی) والجار الجنب (قریب کا پڑوسی) والصاحب بالجنب (پہلو میں رہنے والا ساتھی) وابن السبیل (سفر کا پڑوسی)۔

چوتھی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی:’’واحب للناس مایحب لنفسک تکن مسلماً۔‘‘ اور تو لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے، تو تو فرمانبردار ہوگا۔ اس جملے کا تعلق بھی حقوق العباد سے ہے۔ انسان کا فطری جذبہ ہے کہ وہ اپنے حقوق کی

ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے، لیکن فطرت کا قانون ہے کہ انسان اپنے حقوق اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ دوسروں کے حقوق ادا کرے گا، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ جب وہ اپنے حقوق کا تقاضا کرتا ہے تو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا جذبہ رکھے۔ ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’خیر الناس من ینفع الناس ‘‘لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ اس جذبہ کے ساتھ انسان حقیقی مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔

پانچواں جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’ولا تکثر الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب ‘‘اور زیادہ مت ہنسا کر کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، یہ مبارک جملہ انسان کی اصلاح کے متعلق ہے، یہ جملہ تمام جملوں سے انتہائی اہم ہے، کیونکہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد انسان ان کی ادائیگی کی فکر اس وقت کرتا ہے جب اس کے دل میں خوفِ خدا اور فکر آخرت ہو، دین کی عمارت کی بنیاد فکرِ آخرت ہے، کیونکہ جب تک انسان اس بات کی فکر نہ کرے کہ قیامت قائم ہونی ہے اور میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنی زندگی کا جواب دینا ہے، میرے لئے اچھا یا بُرا فیصلہ ہونا ہے، میرا داخلہ جنت میں ہوگا یا جہنم میں، اس وقت تک نہ حقوق اللہ کی ادائیگی کی فکر پیدا ہوگی اور نہ ہی حقوق العباد کی اور کثرت ضحک (زیادہ ہنسنا) غفلت کی علامت ہے، اس سے فضول مجلسوں کا شوق دل میں زیادہ پیدا ہوتا ہے، اور اعمال کی طرف توجہ کم ہوجاتی ہے، اگر انسان اس کی طرف جلدی توجہ نہ کرے تو دھیرے دھیرے دل سخت ہوتا چلا جاتا ہے، آخر دل اتنا سخت ہوجاتا ہے کہ بالکل نصیحت قبول کرنے کی صلاحیت اس کے اندر باقی نہیں رہتی، اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے مردہ ہونے سے تعبیر فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’انسان کے جسم میں گوشت کا لوتھڑا (دل) ہے، اگر وہ صحیح ہو تو انسان کا سارا بدن صحیح رہتا ہے، (اگر اس کے اندر اعمال کرنے کا شوق اور نصیحت قبول کرنے کی صلاحیت باقی ہو تو باقی بدن بھی اعمال اور نصیحت کی طرف متوجہ رہتا ہے) اگر وہ خراب ہو تو سارا بدن بھی خراب رہتا ہے (یعنی دل کی خرابی سے بدن بھی اعمال اور نصیحت سے دور رہتا ہے) چنانچہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندر فکرِ آخرت پیدا کرے اور بے معنی، فضول باتوں اور فضول مجلسوں سے پرہیز کرے اور اپنی زندگی جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے، اللہ اور اس کے رسول کے عطا کردہ اصولوں کے مطابق گزارے۔☆☆

تین روزہ تحفظ ختم نبوت کورس، لیاری

کراچی.... (مولانا محمد کلیم اللہ نعمان) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیاری ٹاؤن کے زیر اہتمام حلقہ آگرہ تاج کالونی میں تین روزہ تحفظ ختم نبوت کورس جامع مسجد خالد بن ولید میں منعقد ہوا۔ مولانا محمد زاہد (امام جامع مسجد ہذا) نے نگرانی کی۔ پہلے روز حلقہ شیر شاہ کے استاذ جامعہ صفہ مولانا حامد نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت کے عنوان پر لیکچر دیا۔ دوسرے روز مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی مولانا محمد قاسم نے رفع ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفتنۂ گوہر شاہی کے عنوان پر لیکچر دیا، جبکہ آخری دن لیاری ٹاؤن کے نگران مولانا نعیم اللہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مختصر تعارف اور ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں اکابرین ختم نبوت کی خدمات پر روشنی ڈالی۔

بعد ازاں مہمان خصوصی مولانا فضل سبحان نے ’’امام مہدی علیہ الرضوان، تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں‘‘ کے عنوان سے لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ تحفظ ختم نبوت کے لئے ہمارے اکابر نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کے دلوں میں اس کام کی عظمت اور اہمیت پختہ ہوگئی تھی۔ ہمیں بھی اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کام کو کرنا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا علم بلند کئے ہوئے ہیں اور اس کے لئے شب وروز کوشاں ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا پلیٹ فارم تمام دینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے، جس سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے امت مسلمہ نے بے مثال کامیابیاں حاصل کیں۔ اس جماعت کو امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا لال حسین اختر، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا سیّد محمد یوسف بنوری، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نور اللہ مرقدہم جیسی عظیم ہستیوں کی قیادت میسر آئی۔ اب مجلس کے موجودہ امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کررہی ہے۔ آیئے! اس جماعت سے وابستہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حق دار بن جایئے۔ تحفظ ختم نبوت کے عظیم مشن کے لئے مجلس کے شانہ بشانہ آگے بڑھیے، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

پردہ اور مختلف مذاہب کی تعلیمات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

عورتوں کے لئے پردہ کا تصور قریب قریب ہر مذہب میں رہا ہے، مغرب نے جب مذہب سے بغاوت کی اور نفس کی آسودگی کے لئے عورت کو بازار میں لے آیا تو اس مسئلہ میں بھی اسلامی شریعت کو ہدف بنایا گیا، حالاں کہ پردہ کا حکم صرف عورتوں کے لئے نہیں ہے، مردوں کے لئے بھی ہے، مردوں کے حق میں لازمی حکم یہ ہے کہ ناف سے لے کر ٹخنہ تک کا حصہ چھپایا جائے، فقہاء اسلام نے اس کی صراحت کی ہے:

''عورۃ الرجل ما بین سرتہ الیٰ رکبتیہ۔'' (المبسوط للسرخی)

ترجمہ: ''یعنی مرد کا حصہ ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے۔''

یہ تو مردوں کے لئے ستر کا لازمی حکم ہے؛ لیکن مستحب طریقہ یہ ہے کہ گردن سے کمر تک کا حصہ بھی چھپا ہوا ہو، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے دو کپڑوں کا استعمال فرماتے تھے، ایک: تہبند جو کمر کے نیچے کے حصہ کو ڈھانک لے، دوسرے: وہ کپڑا جس سے اس سے اوپر کا حصہ چھپ جائے، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک تہبند میں نماز پڑھی تو دیکھنے والے صحابی کے لئے یہ بات حیرت کا باعث ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استعجاب دور کرنے کے لئے فرمایا: ''کیا میری امت کے تمام لوگوں کے پاس دو چادریں ہوں گی؟ (مسند احمد)

مقصد یہ تھا کہ امت میں ایسے غریب افراد بھی ہو سکتے ہیں، جن کو دو چادریں میسر نہ ہوں، ان کے پاس ایک ہی چادر ہو، ایسی صورت میں وہ نماز سے محروم نہ ہو جائیں، اس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر کمر سے نیچے اور کمر سے اوپر دونوں حصے چھپائے جاتے تھے، عربوں کا جبہ اسی روایت کا تسلسل ہے، جس کو مرد استعمال کرتے ہیں، اور جو گردن سے پاؤں تک پورے جسم کو چھپائے ہوا ہوتا ہے۔

عورتوں کے لئے پردہ کی زیادہ رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف) مَحرم (جس سے نکاح کرنا حرام ہے) کے لئے چہرہ، ہاتھ، بازو، گردن سے متصل حصہ، پنڈلی اور پیٹھ ستر میں شامل نہیں ہے، جسم کے باقی حصہ کا ستر ضروری ہے۔ (تکملہ البحرالرائق)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محرم کے سامنے خواتین ان تمام اعضاء کو کھول کر رکھیں؛ بلکہ منشاء یہ ہے کہ اصل میں تو چہرہ اور ہاتھ محرم کے سامنے کھولنا چاہئے؛ لیکن اگر یہ اعضاء بھی کھل جائیں یا معمولی ضرورت کی بناء پر کھولے جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔ (المبسوط للسرخسی)

(ب) ایسے غیر محرم جن سے بار بار سامنا ہونے کی نوبت آتی ہو، جیسے ہندوستانی معاشرہ میں ایک ہی گھر میں دو بھائیوں یا دو بہنوں کی اولاد کا قیام ہوتا ہے اور چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد بھائی بہنوں میں مکمل پردہ دشوار ہوتا ہے، تو اس صورت میں چہرہ اور ہتھیلی کے بقدر ہاتھ نیز پاؤں کھلے رکھنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ فتح مکہ کے موقع سے آپ کی چچازاد بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ آپ کے سامنے ہوئی ہیں، (حاشیہ علی مسند احمد) یا حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ آپ کے سامنے ہوتی رہی ہیں، (سنن ابی داؤد) مگر یہ حکم اسی وقت ہے جب کہ ان کے ایک دوسرے کے سامنے آنے میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، فتنہ سے مراد ہے: ''گناہ میں مبتلا ہو جانے کا شدید اندیشہ۔'' (ردالمحتار)

(ج) جو عورتیں عمر دراز ہوں، یعنی ان کی عمر پچاس سال سے اوپر ہو چکی ہو، پردہ کے معاملہ میں ان کا حکم مردوں کے لئے محرم عورتوں کا سا ہے۔ (ہدایہ) یعنی وہ چہرہ کھول سکتی ہیں۔

(د) عورت کے لئے عورت سے پردہ اسی قدر ہے، جتنا مرد کا حصہ ستر ہے۔ (تکملہ البحرالرائق)

دو صورتیں ایسی ہیں جن میں مردوں اور عورتوں کا حکم یکساں ہے، ایک ازدواجی رشتہ، اس میں نہ شوہر کے لئے بیوی سے ستر ضروری ہے اور نہ بیوی کے لئے شوہر سے، البتہ شوہر و بیوی کے

لئے بھی بہتر ہے کہ بلاوجہ ایک دوسرے کے سامنے اپنے صنفی اعضاء کو نہ کھولیں، یہ حیاء کے خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔‘‘ (ابن ماجہ)

دوسرا موقع ہے ضرورت کا، ضرورت دو طرح کی ہے، ایک وہ جو زندگی کے عام مسائل میں پیش آتی ہو، اس میں چہرہ کھولنے کی گنجائش ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی صحابیات ملاقات کیا کرتی تھیں اور مسائل دریافت کرتی تھیں، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلیطؓ اور حضرت بریرہؓ کے یہاں جانا ثابت ہے، (عمدۃ القاری، نیز دیکھئے: سنن ابی داؤد) حج کے موقع سے ایک خثعمی خاتون نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا، اس وقت حضرت فضل بن عباسؓ آپ کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے، آپؐ نے ان کا چہرہ موڑ دیا۔ (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے مواقع پر عورت کے لئے چہرہ کھولنے کی گنجائش ہے، چنانچہ جس عورت کو نکاح کے ارادہ سے پیغام دیا گیا ہو، اس کو دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے، نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عورت گواہ یا مدعیہ یا مدعی علیہا ہو تو قاضی اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ (ہدایہ)

دوسری ضرورت ہے ’’علاج‘‘ اگر مرض کی تشخیص کے لئے زبانی کیفیت بتانا کافی ہو جائے، تو واجب ہے کہ جسم کو کھولنے سے بچا جائے، یہ حکم مردوں کے لئے بھی ہے اور عورتوں کے لئے بھی؛ لیکن اگر مرض کی تشخیص کے لئے جسم کا معائنہ ضروری ہو تو پہلی ترجیح یہ ہے کہ مرد، مرد معالج اور عورت، عورت معالج سے رجوع ہو، اگر اپنی جنس کا معالج موجود نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری مخالف جنس معالج کو احتیاط کے ساتھ مرض کی جگہ دکھائی جاسکتی ہے۔

غرض کہ پردہ کے احکام مردوں کے لئے بھی ہیں اور عورتوں کے لئے بھی؛ البتہ اس کے حدود الگ الگ ہیں؛ اسی طرح مردوں اور عورتوں دونوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ غضِ بصر سے کام لیں، یعنی صنف مخالف کو تاکنے، جھانکنے، نظر جمانے اور لذت اندوز ہونے سے بچیں، قرآن مجید نے جہاں نگاہ کو پست رکھنے کا حکم دیا ہے، وہاں عورتوں سے پہلے مردوں کو خطاب کیا گیا ہے؛ البتہ عورتوں کو دوپٹے کا بھی حکم دیا گیا ہے، جو سر، گردن اور سینہ کو چھپائے ہوا ہوتا ہے۔ (سورۂ نور)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے جو پردہ کا حکم دیا ہے، اس میں سر اور چہرہ بھی شامل ہے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ عورتیں جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر جائیں تو ان کے لئے حکم ہے کہ سر کے اوپر سے گھونگھٹ (جلباب) ڈال کر چہرہ کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ (تفسیر طبری)

پردہ کی حدود مردوں کے مقابلہ عورتوں کے لئے زیادہ کیوں رکھی گئی؟ یہ بالکل واضح ہے اور فطرت کی آواز ہے، اللہ تعالیٰ نے تخلیقی طور پر عورتوں کے اندر مردوں کے مقابلہ زیادہ کشش رکھی ہے؛ اسی لئے دنیا کے تمام ہی مذاہب میں اس کی رعایت ہے، ہندو مذہب میں سیتا جی کو ایک آئیڈیل خاتون مانا گیا ہے، جنہوں نے دشمنوں کے بیچ رہ کر بھی اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کی اور اپنی آبرو پر کوئی دھبہ لگنے نہیں دیا، سیتا جی کے بارے میں ہندو مذہبی مآخذ میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ جب شری رام جی کے بھائی لکشمن کو کہا گیا کہ وہ سیتا جی کا چہرہ دیکھ کر ان کو پہچانیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے کبھی اپنی بھاوج کے قدموں سے اوپر نگاہ نہیں اٹھائی اور ان کا چہرہ نہیں دیکھا، چنانچہ انہوں نے سیتا جی کے پازیب دیکھ کر ان کو پہنچانا؛ اسی لئے عام طور پر ہندو بھائیوں کے یہاں دیویوں کی تصویر اس طرح بنائی جاتی ہے کہ ان کا سارا بدن سوائے چہرہ کے ڈھکا ہوتا ہے اور سر پر آنچل ہوتا ہے، ہندوؤں کے بہت سے خاندانوں، خاص کر اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں عورتوں کے گھونگھٹ لٹکانے کا قدیم رواج رہا ہے، اور بہت سی جگہوں پر آج بھی موجود ہے، یہ گھونگھٹ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ سر، چہرہ اور سینہ کا حصہ اچھی طرح چھپ جاتا ہے؛ بلکہ ہندو دھرم کی بنیادی کتاب وید میں پردہ کا بہت واضح حکم ملتا ہے:

’’چوں کہ برہم (خدا) نے تمہیں عورت بنایا ہے؛ اس لئے اپنی نظریں نیچی رکھو، اوپر نہیں، اپنے پیروں کو سمیٹے ہوئے رکھو، اور ایسا لباس پہنو کہ کوئی تمہارا جسم دیکھ نہ سکے۔‘‘ (رگ وید)

تورات کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی مذہب میں بھی عورتوں کے لئے پردہ کا حکم تھا، عیسائیوں کے یہاں حضرت مریم علیہا السلام کی شخصیت آئیڈیل اور نمونہ ہے، ان کی تصویریں بھی اس طرح بنائی جاتی ہیں کہ سوائے چہرہ کے پورا جسم چھپا رہتا ہے، آج بھی چرچ کی راہبات سوائے چہرہ کے پورے جسم کو چھپانے والا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنتی ہیں، جن مغربی ملکوں میں برقعہ یا حجاب پر پابندی لگائی گئی ہے، وہاں بھی ننوں کو اپنا

بدن ڈھانک کر رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، راہبات کے لئے تو سر چھپانا ان کے یہاں واجب ہے ہی؛ لیکن اس کے علاوہ بعض عیسائی فرقوں جیسے : آمیش اور مینونایت کے نزدیک عورت کے لئے سر چھپانا ضروری ہے؛ بلکہ ۱۹۱۷ء تک کیتھولک چرچوں میں عورتوں کے لئے سر چھپانا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

(دیکھئے: وکی پیڈیا، مادہ: غطاء الراس فی المسیحیہ)

غرض کہ یہودی اور عیسائی مذہب میں بھی پردہ کے سلسلہ میں مردوں اور عورتوں کے احکام یکساں نہیں ہیں؛ اسی لئے تورات نے عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا لباس پہننے سے منع کیا ہے؛ چنانچہ تورات میں ہے:

عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مرد عورت کی پوشاک پہنے؛ کیوں کہ جو ایسے کام کرتا ہے، وہ خداوند کے نزدیک مکروہ ہے۔ (استثناء: ۱۲:۵)

یہودیوں کے یہاں یہودی علماء کے اجتہاد و استنباط سے جو فقہی کتاب مرتب ہوئی ہے اور جس کو پوری دنیا کے یہودی مسائلِ زندگی کے لئے معتبر مانتے ہیں، وہ ''تلمود'' ہے، اس کتاب میں خاص طور پر عورت کے بال سے متعلق بحث گئی ہے؛ چنانچہ ماریشلّر نے نقل کیا ہے۔ فقہاء یہود کا اس بات پر اجماع ہے کہ شادی شدہ یہودی عورت سڑک پر سر کے پورے بال نہیں کھول سکتی ... کوئی بھی نص یا فقیہ کا معتبر قول نہیں ہے، جو شادی شدہ عورت کو عام مقامات پر پورے بال کھلے رکھنے کی اجازت دیتا ہو۔

یہ جو بات کہی گئی ہے کہ پورے سر کے بال کھلے رکھنے کی ممانعت پر اجماع ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ یہودیوں کے بعض فرقے جیسے سفاردیم اور بعض علماء جیسے موشی فائنسٹاین جو امریکا کے یہودیوں کے درمیان مقبول عالم ہیں، کی رائے ہے کہ عورت سر کے اگلے حصے سے صرف انگشت کے بقدر بال کھلا رکھ سکتی ہے۔ بعض علماء یہود سے منقول ہے کہ شادی شدہ عورت کو سر چھپانا چاہئے، یعنی غیر شادی شدہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے، مگر یہ متفق علیہ قول نہیں ہے، چنانچہ بعض یہودی علماء جیسے موسیٰ بن میمون نے لکھا ہے: ''اسرائیلی عورتوں کے لئے کھلے سر بازار جانا جائز نہیں ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ بعض علماء نے اس یہودی قانون کی تشریح کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ جن حضرات نے غیر شادی شدہ عورت کو سر کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ نابالغ لڑکیوں کے لئے سر چھپانا ضروری نہیں ہے؛ چنانچہ تلمود میں سر چھپانے کے احکام اس طرح بیان کئے گئے ہیں: مرد کبھی اپنے سر چھپا بھی سکتے ہیں اور کبھی کھلا بھی رکھ سکتے ہیں، لیکن عورتیں ہمیشہ اپنا سر چھپائیں گی اور نابالغ بچیاں سر نہ چھپائیں۔

اسی بناء پر یہودی علماء نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو کھلے سر اپنے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھے تو وہ کافر ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو طلاق دیدے۔ بلکہ بال چھپانے کے حکم میں علماء یہود کے نزدیک اتنی سختی ہے کہ ان کے بعض فرقے شادی کے موقع سے دلہن کے بال منڈا دیتے ہیں؛ کیوں کہ شادی کے موقع سے بال کو چھپا کر رکھنا دشوار ہوتا ہے، اسپین، یوکرین اور فلسطین کے مذہبی یہودی خاندانوں میں رواج ہے کہ وہ بال منڈا کر سر پر کوئی کپڑا لپیٹ لیتی ہیں، بعض یہودی علماء نے بھی اس نامعقول عرف کی پوری قوت کے ساتھ تائید کی ہے۔ جب بال کے سلسلے میں اس درجہ سخت احکام ہیں تو اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جسم کے دوسرے اعضاء کا لوگوں کے سامنے کھولنا بھی ان کے نزدیک جائز نہیں ہوگا؛ چنانچہ تلمود کے ایک بڑے عالم ***Ravad of Pasquiress*** کہتے ہیں:

عورت کی کسی بھی جگہ کو دیکھنا ممنوع ہے، چاہے چھوٹی انگلی ہو یا پھر بال ہی کیوں نہ ہو۔

تلمود میں ایک یہودی عالم شِشت کی بات نقل کی گئی ہے: اگر کوئی شخص عورت کی چھوٹی انگلی کو بھی گھورتا ہے تو گویا اس نے اس کی شرمگاہ کو گھور کر دیکھا۔ (Berachoth:24a، منقول از نیٹ) بلکہ یہودی مذہب میں چہرہ کو شامل کرتے ہوئے عورت کے مکمل پردہ کا تصور پایا جاتا ہے؛ چنانچہ ڈاکٹر Menachem M Brayer نے اپنی کتاب ''عبرانی ادب میں یہودی عورتیں'' میں لکھا ہے: ''یہودی خواتین کا طریقہ تھا کہ وہ سر ڈھک کر باہر نکلتی تھیں اور بعض دفعہ ایک آنکھ کو چھوڑ کر پورا چہرہ بھی ڈھانکے ہوئے ہوتی تھیں''

ایک بڑے یہودی عالم اور تورات کے مفسر دانیال تومیصی نے بعض یہودی علماء پر سخت تنقید کی ہے کہ انہوں نے یہودی عورت کو یہودی مرد کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت دی تھی۔

ان تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہودیوں کے یہاں پردہ کے قریب قریب وہی احکام ہیں، جو مسلمانوں کے یہاں ہیں۔ یہ تو مذہبی نقطۂ نظر ہے، جہاں تک ملکی قانون کی بات ہے تو ہمارے دستور میں شخصی آزادی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، ہر شہری کو اپنی پسند کے مطابق لباس پہننے کا حق

حاصل ہے، حد تو یہ ہے کہ خواتین کھیل کے میدان میں بہت ہی مختصر، ہیجان انگیز لباس میں اترتی ہیں، اب ایسا لباس پہننے کی تو آزادی ہو مگر ڈھکا چھپا لباس جس میں عورت کا بھی تحفظ ہو اور سماج میں بھی بے راہ روی کو روکا جاسکے، پر اعتراض کیا جائے، کیا اس میں کوئی معقولیت ہوسکتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ پردہ خواتین کے لئے نعمت ہے، جوان کو وقار عطا کرتا ہے، اور پردہ کو ختم کردینا بہت سی معاشرتی برائیوں کا سبب بنتا ہے، جن میں سب سے اہم زنا کی کثرت اور عورتوں کو زیادہ سے زیادہ برہنہ کرنا ہے، زنا اگرچہ دوطرفہ فعل ہے؛ لیکن اس کا زیادہ نقصان عورت کو اٹھانا پڑتا ہے، اگر وہ زنا کی وجہ سے بچے کی ماں بن گئی تو اسے اپنا ہی نہیں اپنے بچہ کا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے، اور اگر بے قید تعلق کا معاملہ آگے بڑھا اور مختلف مردوں سے اس کا رابطہ ہوا تو پہلے وہی ایڈز کی مریض ہوتی ہے، پھر مرد ہوتا ہے، اور اس کی زندگی دکھ بھری زندگی بن جاتی ہے، جب عورت کی عریاں تصویر لی جاتی ہے تو اگرچہ مرد بھی اس عمل میں شریک ہوتا ہے، لیکن رسوائی اس عورت ہی کی زیادہ ہوتی ہے، اگر وہ آئندہ اپنی پاکیزہ زندگی شروع کرنا چاہے تو اس سے قاصر رہتی ہے، مجرمانہ ذہن رکھنے والوں کا شکار اکثر وہی عورتیں بنتی ہیں، جو برسرِ عام اپنے جسم کی نمائش کرتی ہیں، نیم برہنہ لباس پہنتی ہیں یا ایسے چست ملبوسات کا استعمال کرتی ہیں، جن سے جسم کا نشیب و فراز نمایاں ہوجائے، جو عورتیں ڈھکا چھپا اور ڈھیلا ڈھالا لباس استعمال کرتی ہیں، ان کے ساتھ زیادتی کے واقعات کم پیش آتے ہیں اور زیادہ تر وہ عیاش مردوں کی ہوسناک نظروں سے محفوظ رہتی ہیں۔☆☆☆

مولانا محمد قاسم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (فقیروالی)

جامعہ قاسم العلوم فقیروالی کے مہتمم مولانا محمد قاسم قاسمیؒ تقریباً ستاسی بہاریں گزار کر رحلت فرماگئے۔ مرحوم جامعہ قاسم العلوم فقیروالی کے فاضل تھے۔ آپ نے اکثر کتب اپنے والد محترم مولانا فضل محمدؒ سے پڑھیں۔ بخاری شریف مولانا فاروق احمد انصاریؒ تلمیذ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ والد محترم مولانا محمد احمد انصاریؒ مشہور تبلیغی راہنما سے پڑھی۔ ۱۹۵۶ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد اپنے والد محترم کی سرپرستی میں جامعہ قاسم العلوم کے استاذ اور جامعہ کے ناظم مقرر ہوئے۔ والد محترم کی تربیت نے انہیں کندن بنادیا۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نیز ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں ظلم و جبر کے خلاف ڈٹ گئے۔ قید و بند کی صعوبتیں ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان سے قبل کچھ روز شیخ العرب والعجم مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے گھر میں رہے۔ مولانا فضل محمدؒ ۲۳ر فروری ۱۹۸۷ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کرگئے تو مولانا محمد قاسم مدرسہ قاسم العلوم کے مہتمم بنادیئے گئے اور مولانا محمد قاسم قاسمیؒ نے اپنے والد محترم حضرت مولانا فضل محمدؒ کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے فقیروالی اور مضافات میں اہل حق کا دیپ جلائے رکھا۔ قادیانیت سمیت تمام باطل قوتوں کا بھرپور تعاقب کیا اور انہیں پنپنے نہ دیا اور جامعہ کا مورال بھی بلند رکھا۔ تاآنکہ طلبہ کی ترجیحات تبدیل ہوگئیں اور جامعہ میں بھی مشہور علمی شخصیت نہ رہی تو دورۂ حدیث شریف کا سلسلہ چل نہ سکا اور مولانا جب بڑی عمر کی وجہ سے کمزوری کا شکار ہونے لگے تو انہوں نے جامعہ کا نظام اپنے فرزند ارجمند مولانا مسعود قاسم سلمہ کے سپرد کردیا اور خود سرپرستی فرماتے رہے۔ راقم کو کئی مرتبہ جامعہ میں حاضری اور دو دو تین تین روز ختم نبوت کورس کرانے کا شرف حاصل ہوا۔ جامعہ قاسم العلوم کی عظیم الشان لائبریری ہے۔ مرحوم نے اس لائبریری کو ترقی دی۔ مجلس کی تمام کتابیں اپنی لائبریری میں قیمتاً خرید کر رکھوائیں۔ آپ اپنے اکابرین کی روایات کے امین تھے۔ بیمار ہوئے ملتان نشتر ہسپتال میں داخل کرائے گئے، جب وقت موعود آن پہنچا تو کلمہ شریف اور ’’ان اللّٰہ ربی وربکم فاعبدوہ ‘‘ پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کی اور ۲۸ر جنوری ۲۰۲۲ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے اور اگلے روز ان کی نماز جنازہ بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالخبیر آزاد کی امامت میں ادا کی گئی اور انہیں فقیروالی میں سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

فوجداری قانون میں ترامیم اور عدلیہ کا کردار

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

ملک کے فوجداری قوانین میں نئی اصلاحات لائی جا رہی ہیں اور گزشتہ روز اسلام آباد میں فوجداری قانون اور نظام انصاف کے حوالہ سے ایک تقریب سے خطاب ہوئے وزیر اعظم عمران خان نے کہا ہے کہ ملک میں قانون کی حکمرانی نہیں ہے اور عدالتی نظام انصاف فراہم کرنے میں کامیاب نہیں ہے، اس لئے یہ اصلاحات لائی جا رہی ہیں اور ان پر عمل درآمد کرانے کے لئے عدلیہ کو کردار ادا کرنا ہوگا۔

یہ اصلاحات کیا ہیں، ان کا پس منظر کیا ہے، مقاصد کیا ہیں، اور متوقع نتائج وثمرات کیا ہوں گے؟ ان سب پہلوؤں پر سنجیدہ گفتگو کی ضرورت ہے، مگر یہ اس کے بارے میں تفصیلات سامنے آنے پر ہی ہو سکے گا بلکہ ملک کے قانونی، دینی اور علمی حلقوں سے ہماری گزارش ہوگی کہ وہ اس معاملہ کو روٹین ورک کے طور پر نہیں بلکہ اس کی اہمیت اور نتائج کی روشنی میں موضوع بحث بنائیں اور اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اپنی آرأ کا اظہار کریں۔ مگر سرِ دست اصولی حوالہ سے ہم کچھ گزارشات بطور تمہید عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس امر سے ہمیں مکمل اتفاق ہے کہ ملک میں قانون کی حکمرانی نہیں ہے اور یہ درست ہے کہ موجودہ نظامِ عدل قانونی، سماجی اور تہذیبی انصاف فراہم کرنے میں ناکام ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا حل کیا ہے؟ ہمارے ہاں یہ روایت سی بن گئی ہے کہ وقتی طور پر کچھ ترامیم واصلاحات یا لیپا پوتی کے ذریعے مسئلہ کو ''کیموفلاج'' کر دیا جاتا ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہی مسئلہ از سرنو سامنے آجاتا ہے اور ہم پھر سے ترامیم واصلاحات کا کوئی نیا فارمولا طے کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم بحیثیت قوم کولہو کے بیل کی طرح گزشتہ پون صدی سے ایک ہی دائرے میں چکر کاٹتے جا رہے ہیں۔

جبکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کی صورت میں ہم نے قوم کو اس کی تہذیبی روایات و اقدار کے تحفظ اور اس کے عقیدہ کے مطابق قرآن وسنت کے احکام کی عملداری کا مژدہ سنایا تھا اور دستور میں اس کی واضح گارنٹی دی تھی جو اب بھی دستور کا حصہ ہے، لیکن قیامِ پاکستان کے مقاصد اور دستوری تقاضوں کی تکمیل کے لئے نیا انتظامی اور عدالتی ڈھانچہ فراہم کرنے کی بجائے اس سب کچھ کو اسی عدالتی و انتظامی سسٹم کے حوالے کر دیا گیا جو نوآبادیاتی دور سے ہمارے سارے معاملات کو کنٹرول کر رہا ہے، اور اس سسٹم کے کم وبیش تمام افراد مجموعی طور پر نوآبادیاتی دور کے ماحول اور طریق کار کو نہ صرف پوری طرح باقی رکھے ہوئے ہیں بلکہ اس کے تحفظ کا کردار ادا کر رہے ہیں جس کی وجہ سے نیا نافذ ہونے والا کوئی بھی قانون ''فائیل ورک'' اور معاشرتی خرابیوں کے سوا کوئی نتیجہ نہیں دے رہا۔

مثال کے طور پر صرف ایک بات کو دیکھ لیا جائے کہ دستور نے قرآن وسنت کے احکام و قوانین کے نفاذ کو عدلیہ اور انتظامیہ کی ذمہ داری قرار دے رکھا ہے، مگر عدلیہ اور انتظامیہ کے لئے ججوں اور افسروں کی تعلیم وتربیت کے نظام میں قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم شامل نہیں ہے۔ یعنی ایک افسر یا جج کی یہ ذمہ داری تو ہے کہ وہ قرآن و سنت کے احکام کی پاسداری کرے مگر جس تعلیمی نظام و نصاب سے گزر کر وہ اس منصب تک پہنچا ہے اس میں قرآن وسنت بطور مضمون شامل نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کسی افسر یا جج نے اگر اپنے طور پر قرآن وسنت کے احکام وقوانین کی پاسداری کا ارادہ بھی کر لیا ہے تو اسے ذاتی معلومات، سنی سنائی باتوں، یا محض مطالعہ کی بنیاد پر ایسا کرنا ہوگا۔ اور ایسا عملاً ہو رہا ہے جو ہمارے خیال میں خود اس جج و افسر کے ساتھ بھی ناانصافی اور زیادتی ہے کہ اسے ایسے نظام یا قوانین کی عملداری کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے جس کا اس کے پاس علم نہیں ہے اور اسے اس سے واقف کرانے کا کوئی سسٹم بھی موجود نہیں ہے۔

اس لئے ہمارے خیال میں ملک میں

سماجی انصاف یا کسی بھی شعبہ میں مثبت تبدیلیاں لانے کے لئے اصل مسئلہ قانون نہیں بلکہ قانون پر عملدرآمد کرانے والے افسران اور انتظامی و عدالتی ڈھانچے کے افراد کا اس قانون کے ساتھ ساتھ اس کے پس منظر اور مقاصد و نتائج سے باخبر ہونا ہے، جس کے بغیر نہ وہ اس قانون کا صحیح طور پر نفاذ کرسکتا ہے اور نہ ہی اس قانون کو معاشرے میں انصاف اور قانون کی حکمرانی کے لئے بروئے کار لاسکتا ہے۔ اس لئے اصل بات نوآبادیاتی نظام اور اس کے انتظامی و عدالتی ڈھانچے سے نجات حاصل کرنے کی ہے جو دستور کی بالادستی اور دستوری تقاضوں کے مطابق انتظامی و عدالتی ڈھانچے کی فراہمی کے ذریعے ہی ممکن ہے اور جس کے لئے ہمارے مقتدر حلقے ابھی تک ذہنی طور پر تیار نہیں ہیں، اور نہ ہی معروضی حالات میں مستقبل قریب میں اس کا کوئی امکان دکھائی دے رہا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ ملک میں قانون کی حکمرانی نہیں ہے اور عدالتی نظام سماجی انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر پا رہا اور پھر چند ترامیم و اصلاحات کا اعلان کرکے ان کی عملداری کی ذمہ داری اسی انتظامی و عدالتی نظام کے سپرد کردینا کم از کم ہماری سمجھ میں نہیں آرہا اور میر تقی میر مرحوم کے بقول یہ سارا عمل:

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

کا مصداق نظر آرہا ہے۔ اس لئے مقتدر حلقوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ وقفہ وقفہ کے ساتھ ترامیم و اصلاحات کا نیا ڈول ڈالتے رہنے کی بجائے ملک کے انتظامی و عدالتی نظام کو نوآبادیاتی مزاج و کردار کے ماحول سے باہر لانے کی کوشش کریں، اس کے سوا اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے:

بدلنا ہے تو مے بدلو، نظام مے کش بدلو
وگرنہ چند پیمانے بدل جانے سے کیا ہوگا؟

دلِ مضطر کی پکار

حضرت طوفانیؒ کے انتقال پُر ملال پر استاذ الحفاظ حضرت قاری منظور احمد تونسوی مدظلہ فیصل آباد (برادر کبیر مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ) کے دلی تاثرات

ختم نبوت کے پروانوں کی جدائی سے عاجز کا دل زخمی ہے، حضرت مولانا حافظ محمد اکرم طوفانیؒ کی جدائی نے پہلے زخم بھی تازہ کردیئے جن میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، برادر صغیر مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ، مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ اور نہ جانے کتنے ختم نبوت کے مشن پر اپنی زندگیاں قربان کرنے والے حضرات کی جدائی ہمارے لئے صدمے کا باعث تھی اور اب حضرت مولانا حافظ محمد اکرم طوفانیؒ کی رحلت نے ان سب زخموں کو ہرا کردیا، ان کی رحلت کے بعد سے دل میں یہ خیال رہتا تھا کہ ابھی میں دفتر ختم نبوت پہنچ کر اس مشن سے وابستہ حضرات خصوصاً برادرم مولانا اللہ وسایا، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، بھائی عبداللطیف طاہر، بھائی سیّد انوار الحسن اور انور رانا بلکہ پوری جماعت ختم نبوت کے پروانوں اور عشاق سے تعزیت کروں اور ان کے گلے لگ کر اپنے غم کو ہلکا کروں، لیکن طبیعت کی ناسازی آڑے آتی رہی، سوچا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، ملاقات کا انتظار کرنے کی بجائے اس تحریر سے دل کو تسلی دے لیتا ہوں، ختم نبوت کے پروانوں کا لفظ اس لئے لکھ رہا ہوں کہ مجھے یاد ہے کہ لاہور میں ایک مرزائی مولانا اللہ وسایا صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ ”اگر قبر سے میرا بیٹا زندہ ہوکر میرے پاس آجاتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی، جتنی ایک مرزائی کے مسلمان ہونے پر ہوئی ہے۔“ یہ علامت ہے ان حضرات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے ساتھ عشق اور محبت کی، اس مشن سے وابستہ ہر فرد نہایت قیمتی ہے مگر اکابر علماء کرام جو اس مشن کو لے کر چل رہے ہیں وہ اس امت کا سرمایہ ہیں۔ ۱۹۶۰ء سے پہلے کی بات ہے کہ میں تعلیم کے سلسلے میں کبیر والا میں تھا کہ ایک بزرگ عالم باعمل ختم نبوت کے سرگرم رکن دفتر ختم نبوت ملتان سے ہمارے مدرسے میں تشریف لائے، نام نہیں لینا چاہتا، واپسی پر میں نے اور حضرت نے تقریباً ۲۵ میل کا سفر چونی پور سے کبیر والا تک کا سائیکل پر کیا، اس دور میں سڑکیں بھی کچی ہوتی تھیں۔ ختم نبوت کے پروانے ریل کے تھرڈ کلاس کا سفر کرتے اور بھنے ہوئے چنے ساتھ رکھتے تھے۔ ان کے اخلاص کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا نام لے کر چلنے والوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے آئندہ بھی کھولے رکھے، آمین۔ جیسے اسلام کے لئے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تکالیف اور دعاؤں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت تیار کی اور صحابہ کرامؓ کی محنت سے ہم اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے۔ اللہ تعالیٰ حضرت طوفانیؒ کو اپنی شایان شان اجر عطا فرمائے اور ان کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت نصیب فرمائے اور موجودہ تمام حضرات کی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے اور اس عاجز کو بھی اپنے بھائی مولانا نذیر احمد شہیدؒ اور دیگر شہدأ کی طرح ختم نبوت کے پروانوں میں شامل فرمائے، آمین ثم آمین۔

ماہنامہ ’’لولاک‘‘ کا تعارف

حافظ خرم شہزاد

ماہنامہ لولاک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان رسالہ ہے جو ہر ماہ پابندی اور تسلسل کے ساتھ ملتان سے شائع ہوتا ہے۔ماہنامہ لولاک پہلے ہفت روزہ شائع ہوتا تھا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما وبانی رکن ،مجاہد ملت حضرت مولانا تاج محمود رحمہ اللہ کی ادارت میں اس کا پہلا شمارہ ۲۰/مارچ ۱۹۶۴ء کو فیصل آباد سے شائع ہوا۔یہ رسالہ خالصتاً تبلیغی،اصلاحی اور تعلیمی نوعیت کا تھا اور انہیں خطوط پر حضرت مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری وقت تک اسے جاری رکھا۔جنوری ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین اور لائق فرزند جناب صاحبزادہ طارق محمودؒ نے مئی ۱۹۹۷ء تک اس ہفت روزہ کی آبیاری فرمائی۔محترم صاحبزادہ مرحوم کی صحت،گھریلو وجماعتی ذمہ داریوں کے باعث ان کی خواہش تھی کہ اب یہ پرچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر سے شائع ہو۔اس امر پر مرکزی مجلس شوریٰ نے اپنے ایک اجلاس میں طویل غور وفکر کے بعد فیصلہ کیا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان کی حیثیت سے ہفت روزہ لولاک کی ایک عظیم تاریخ اور گرانقدر خدمات ہیں۔اب جبکہ بحمدہ تعالیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک ہفتہ وار رسالہ ’’ختم نبوت‘‘ کراچی بھی بڑی آب وتاب اور کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔اس لیے کراچی کے پرچہ کو نہ صرف ہفتہ وار رہنے دیا جائے بلکہ اسے مزید خوب سے خوب تر بنایا جائے۔اور ساتھ ہی ہفتہ وار لولاک کو بجائے ہفتہ وار کے ماہنامہ کر دیا جائے اور فیصل آباد کی بجائے ملتان کے مرکزی دفتر سے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

لہٰذا اس فیصلہ کے بعد مئی ۱۹۹۷ء کو ملتان سے ماہانہ لولاک کا پہلا شمارہ جاری ہوا جو آج [جنوری ۲۰۲۲ء] تک اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔آج اسے پچیس سال بیت چکے ہیں۔اس دوران ماہنامہ لولاک جس اخلاص اور محنت سے بغیر کسی تعطل کے جاری رہا یہ سب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر،ملک بھر کے مبلغین اور مخلص کارکنان کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے۔ورنہ آج کے دور میں کسی بھی ماہنامے یا ہفت روزہ کو نکالنے کے لیے حضرت ایوب علیہ السلام جتنا صبر اور حضرت نوح علیہ السلام جتنی عمر چاہیے۔مجاہد ملت حضرت مولانا تاج محمود رحمہ اللہ کے فرزند گرامی اور لولاک کے سابق ایڈیٹر صاحبزادہ طارق محمو دصاحبؒ ’’لولاک‘‘ کے ملتان سے اجراء اور صحافتی مشکلات اور نزاکتوں کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

’’صحافت کا پیشہ جتنا دلکش ہے اتنا ہی دل گُسل بھی ہے۔بڑے بڑے دل گردہ رکھنے والوں نے اس پتھر کو چوم کر پھینک دیا۔فیصل آباد کے معروف صنعتکار سہگل خاندان کو ایک مرتبہ اخبار نکالنے کا شوق چرایا۔اخبار کی افتتاحی تقریب سے جب معروف صحافی،شاعر اور صاحب قلم خلیق قریشی مرحوم کو دعوتِ خطاب دی گئی تو انہوں نے خوب پتہ کی بات کہی جسے صحافت پیشہ لوگ مدتوں یاد رکھیں گے۔انہوں نے فرمایا ’’شکر ہے سہگلوں نے مِل [فیکٹری] پہلے لگائی اور اخبار بعد میں نکالا۔اگر اخبار پہلے نکالتے اور مِل بعد میں لگاتے تو شاید مِل نہ لگ سکتی۔‘‘ اس امر کی تائید وہ لوگ بلا شبہ کر سکتے ہیں جنہیں اس خاردار وادی میں آبلہ پائی کا اتفاق ہوا ہے۔صحافت میں دینی جرائد کی مثال اس یتیم بچے کی سی ہے جو والدین کی شفقت کے بغیر پروان چڑھتا ہے۔رنگ وروغن کی دنیا میں دینی صحافت کے ٹمٹماتے چراغوں کا وجود نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔یہ ان کی ہمت اور حوصلہ ہے کہ وہ تیز ہوا کے جھونکوں میں اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے۔راقم [صاحبزادہ طارق محمودؒ] نے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۹۵ء تک پوری لگن،محنت اور دیانت سے لولاک کو چلایا۔جس طرح کوئی پودا موسم اور پانی کے بغیر پروان نہیں چڑھتا اسی طرح قلمی معاونت اور مالی اعانت کے بغیر اخبار کی نشوونما ممکن نہیں۔میں برادر مکرم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ [مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت] کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے قادیانیت کے خلاف قلمی محاذ کی روایات کو برقرار رکھنے میں مجلس کی نشریات کے ذریعہ بڑی مستعدی اور فرض شناسی کا مظاہرہ کیا ہے۔راقم کی بیماری کے پیش نظر مولانا موصوف نے جماعت کو یہ رائے دی کہ لولاک کو فیصل آباد سے ہفت روزہ کی بجائے ماہنامہ کی صورت میں شائع کیا جائے۔راقم کی بھی ایک مدت سے یہی خواہش تھی۔کہ لولاک چونکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان ہے۔لہٰذا جماعت مکمل سرپرستی میں اس کی اشاعت کا اہتمام کرے۔

۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۷ء زندگی کے دو برس عجیب و

غریب دور گزرے۔ وسط ۱۹۹۵ء میں مرکزی جامع مسجد محمود کی تعمیر وتوسیع کے ضمن میں اسے منہدم کرنے کا کام شروع ہوا۔تو ساتھ ہی بیماری قلب بھی آن وارد ہوئی۔ مارچ سے ستمبر۱۹۹۷ء تک نئی توسیع شدہ مسجد کا ڈھانچہ تیار ہوگیا۔اس دوران لولاک ڈمی کی صورت میں شائع ہوتا رہا۔ بعدازاں مئی ۱۹۹۷ء میں ملتان سے لولاک کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔‘‘ (ماہنامہ لولاک،دسمبر۱۹۹۷ء)

جناب صاحبزادہ طارق محمودؒ ایک عظیم باپ کے نہ صرف عظیم فرزند اور لائق جانشین تھے بلکہ ایک بہترین اور منجھے ہوئے صحافی اور ادیب بھی تھے۔یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی وفات تک مسلسل اس کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ان کے اس دورانیے میں لکھے گئے اداریے،مضامین اور تجزیے علم وادب اور تحقیق کا عظیم شاہکار ہیں۔ صاحبزادہ صاحبؒ ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۶ء میں دل کے عارضہ کی وجہ سے انتقال فرما گئے تھے۔اُن کے تعارف اور خوبیوں کو مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے یوں بیان فرماتے ہیں:

’’صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ ۱۹۴۸ء میں مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے، چار بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد کے قائم کردہ طارق مسلم اسکول، جناح کالونی فیصل آباد میں حاصل کی۔ امین پورہ بازار سے باہر ایم بی ہائی اسکول سے میٹرک اور گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے بی اے کیا،کالج کے زمانہ میں طلباء یونین کے گروپ لیڈر رہے اور کالج میں تقریری مقابلہ میں حصہ لیتے رہے۔تعلیم سے فراغت کے بعد کپڑا کی صنعت ’’لومیں‘‘ لگائیں، بھٹو صاحب کے عہد اقتدار میں اس صنعت پر بحران آیا تو اسے چھوڑ کر جامعہ کلاتھ مارکیٹ میں ہول سیل کپڑے کی دکان کھول لی اور اپنے والد گرامی کی وفات ۱۹۸۴ء تک اس سے وابستہ رہے۔صاحبزادہ صاحبؒ نے جب اس دنیا میں آنکھ کھولی تو فیصل آباد میں مولانا حافظ عبدالمجید نابیناؒ بی اے فاضل دیوبند، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد یونس امروہیؒ، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ، مولانا محمد صدیقؒ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، فیصل آباد کے مولانا انوریؒ، مولانا عبدالرحمٰنؒ فاضل دیوبند، مولانا مفتی زین العابدینؒ فاضل ڈابھیل، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ، مولانا محمد اسماعیل گوجرویؒ، مولانا عبیداللہ احرارؒ ایسے بیسیوں علماء،فضلاء،خطباء سے فیصل آباد کے درودیوار روشن تھے۔اس وقت ملک میں حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا صاحبزادہ فیض الحسنؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، مولانا سید مظفر علی شمسی، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، مولانا عبدالستار روپڑی، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا شمس الحق افغانیؒ، مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا بادشاہ گلؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا حکیم عبدالسلام ہزارویؒ، مولانا سید نورالحسن بخاریؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا دوست محمد قریشیؒ، نوابزادہ نصراللہ خانؒ اور فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ ایسے سینکڑوں علماء کرام کے علم وفضل کے چرچوں [تذکروں] سے پاکستان گونج رہا تھا۔ان سب حضرات سے مولانا تاج محمود صاحبؒ کے نہ صرف برادرانہ تعلقات تھے بلکہ یہ سب حضرات جب چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے تو آتے جاتے مولانا تاج محمود صاحبؒ کے ہاں ننھا طارق محمود ان کی زیارت سے مستفیض ہوتا اور ان کی میزبانی کی خدمات میں شریک ہوتا اور ان کی شفقتوں سے اپنے آپ کو مالا مال کرتا۔حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایک بار فیصل آباد مولانا تاج محمودؒ کے ہاں تشریف لائے تو طارق محمودؒ چند اوزار لے کر کسی چیز کے بنانے میں معصومانہ اداؤں کے ساتھ منہمک تھے،شاہ جیؒ نے دیکھا تو فرمایا کہ تاج محمود! میرا یہ بیٹا انجینئر ہے، پھر جب بھی حضرت شاہ جی مولانا کو خط لکھتے تو میرے بیٹے انجینئر کو پیار کے الفاظ ضرور لکھتے،اس ماحول میں صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ نے بچپن گزارا۔‘‘ (ماہنامہ لولاک،نومبر۲۰۰۶ء)

بہرحال صاحبزاد طارق محمودؒ ایک عظیم انسان تھے،ان کا قلمی کام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ان کی وفات کے بعد ماہنامہ لولاک کی باقاعدہ ادارت کی ذمہ داری حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کے کندھوں پر آن پڑی جو آج کے دن تک اپنی جماعتی تبلیغی اور تصنیفی مصروفیات کے ساتھ ساتھ بہ احسن وخوبی اسے بھی نبھا رہے ہیں۔ استاذ گرامی، مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کی نگرانی اور یادگارِ اسلاف حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کی سرپرستی میں ماہنامہ لولاک ملتان کا پچیس سالہ سفر تکمیل کو پہنچا اور چھبیسویں سال کے ساتھ یہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔☆☆

شاہراہِ انسانیت کی روشن قندیلیں

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ نبوت سے رشد وہدایت کی جو شمعیں روشن ہوئیں اور صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اقتدأ سے جن سعادت مندوں کے قلب وقالب پر صبغۃ اللہ کا رنگ چڑھا، ان کا وجود سراپا خیر و برکت، ان کی زندگی انسانیت کے لئے مایۂ فخر اور ان کا نقش پا قافلہ انسانیت کے لئے نشان منزل ہے۔ ان اکابر نے ایثار وقربانی، ہمدردی وخیرخواہی، صبر وشکر، زہد وقناعت، ورع وتقویٰ اور اعلیٰ انسانی اقدار کا جو بلند معیار قائم کیا اسے ''شاہراہِ انسانیت کی روشن قندیلیں'' کہئے تو بجا ہے اور ملت مسلمہ کے لئے مینارۂ نور کہئے تو درست ہے۔

ان مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اور ان کے حالات و واقعات ان کی صحبت کا بدل ہیں اور ان کی صحبت بارگاہ قدس میں حاضری، بقول عارف رومی قدس سرہ:

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
گو نشیند در حضورِ اولیأ

وفا ومروّت:

مولانا غلام علی آزاد رحمہ اللہ، میر سید طیب رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں: شیخ عبدالحق (محدث) دہلوی قدس سرہ اور حضرت میر طیب رحمہ اللہ کے مابین بڑا گہرا دوستانہ تعلق تھا، شیخ عبدالقدس قدس سرہ برعایت بزرگی انہیں، ''شیخ طیب'' کہا کرتے تھے، شیخ عبدالحق قدس سرہ پیرانہ سالی کے زمانے میں کسی کتاب کا درس دے رہے تھے کہ کسی مقام میں شیخ کو تأمل ہوا، شیخ نے حضرت میر رحمہ اللہ کو یاد کرکے فرمایا: ''اگر شیخ طیب اس وقت موجود ہوتے تو اس مقام کو آسانی سے حل کردیتے۔''

ادھر شیخ کے منہ سے یہ بات نکلی اور ادھر حضرت میر طیب رحمہ اللہ جو وطن مالوف (بلگرام) سے بقصد دہلی تشریف لارہے تھے، کمربستہ شیخ کی خدمت میں پہنچ گئے، شیخ بہت خوش ہوئے، انہیں خوش آمدید کہی اور فرمایا: ''ہم تو آپ کو یاد ہی کررہے تھے''۔ قصہ بیان فرمایا، کتاب پیش کی گئی، حضرت میر سید طیب رحمہ اللہ نے کتاب ہاتھ میں لے کر قدرے تامل کیا اور پھر ''عبارت رانہج خواند کہ مطلب بے آنکہ تقریر کنند خود بخود واضح گشت''۔ عبارت اس انداز سے پڑھی کہ مطلب بغیر تقریر کے آپ سے آپ واضح ہوگیا۔

شیخ نے فرط مسرت میں حاضرین سے فرمایا: ''دیکھا ہم نہ کہتے تھے کہ شیخ طیب اس مقام کو باآسانی حل کرسکتے ہیں۔''

مولانا آزاد رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالحق کے صاحب زادے شیخ نورالحق ان دنوں بادشاہ وقت کے اصرار سے دارالحکومت آگرہ میں منصب قضا پر فائز تھے، شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے میر سید طیب رحمہ اللہ سے دریافت کیا: ''کس راستے سے آنا ہوا؟''، ''آگرہ کے راستے سے!''، ''نور الحق سے بھی ملاقات ہوئی؟''، ''جی نہیں! موانع سفر سے ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔''

ظاہر ہے کہ میر سید رحمہ اللہ اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے تھے۔

شیخ نے فرمایا: ''بظاہر اس کا سبب یہ ہے کہ وہ قضا کا مرتکب ہے، اس لئے اعراض فرمایا گیا، بعدازاں شیخ نے فرزند ارجمند کی شان میں کچھ توصیفی کلمات فرمائے کہ وہ اگرچہ میرا بیٹا ہے مگر ہے باپ کی جگہ، اگرچہ میرا شاگرد ہے، مگر بجائے استاذ کے ہے، اور اگرچہ میرا مرید ہے مگر بمنزلہ مرشد کے سمجھتا ہوں۔''

میر سید رحمہ اللہ نے اس دوستانہ شکوہ کا کیا اثر لیا؟ وہ خود مولانا آزاد بلگرامی رحمہ اللہ کی زبان سے سنئے:

''میر سید طیب رحمہ اللہ از پیش شیخ برخاست بعنوان نے کہ گویا برائے کمر واکردن می رود، اطلاع شیخ ہما طور کمربستہ بہ رجع القہقہری گرفت وبا شیخ نورالحق ملاقات کردہ برگشت۔

شیخ عبدالحق از حسن خلق میر خیلے
خوشنود گرچہ معذرتہا برزبان آورد۔"
(مآثر الکرام ص:۲۶)

ترجمہ:...... "میر سید طیب رحمہ اللہ شیخ کے پاس سے ایسے اٹھے گویا کمر جو باندھ رکھی تھی، اسے کھولنے جارہے ہیں اور شیخ کو اطلاع کئے بغیر اسی طرح بندھی بندھائی الٹے پاؤں آگرہ کی راہ لی، نور الحق سے ملاقات کرکے واپس آئے۔

شیخ عبدالحق رحمہ اللہ حضرت میر رحمہ اللہ کے حسن خلق سے بہت خوش ہوئے اور دیر تک معذرت کرتے رہے۔"

گھر کی بات بازار میں:

انہی میر سید طیب قدس سرہ کے تذکرہ میں مولانا غلام علی آزاد رحمہ اللہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک دن ایک بزرگ، میر سید رحمہ اللہ کی مشتاقانہ زیارت کو آئے، دوران گفتگو "مشکلے از مسائل توحید پرسید"۔ (مسائل توحید کا کوئی نازک مسئلہ پوچھ بیٹھے) مگر حضرت میر رحمہ اللہ طرح دے گئے اور باندازِ تجاہل فرمایا: "مجھے اس مسئلے کی خبر نہیں"۔ اور اس امر کی مطلق پروا نہیں کی کہ لوگوں کے حسن عقیدت کو ٹھیس پہنچے گی۔ یا کوتاہ علمی کا یہ اعتراف لوگوں کی نظر سے انہیں گرادے گا۔ بہر حال مجلس ختم ہوئی اور خلوت میسر آئی تو حضرت میر رحمہ اللہ نے مہمان سائل سے فرمایا: "گھر کی بات بازار میں نہیں کہا کرتے، ہاں اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" (مآثر الکرام ص:۴۶)

اشراف نفس:

مولانا غلام علی آزاد رحمۃ اللہ علیہ، میر مبارک محدث بلگرامی قدس سرہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

"استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت میر (سید مبارک رحمہ اللہ) کی خدمت میں باریاب ہوا، وضو کے ارادے سے اٹھے تھے کہ اچانک زمین پر گر گئے۔ میں اٹھ کر پاس گیا کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا تو میں نے سبب دریافت کیا، تو بتانے سے گریز فرمایا بالآخر بڑے اصرار کے بعد فرمایا کہ تین دن سے کسی قسم کی کوئی غذا حلق سے نیچے نہیں اتری۔ ان تین دنوں میں نہ کسی سے اس فاقہ کا اظہار کیا نہ قرض لیا۔ مجھ پر بڑی رقت طاری ہوئی، وہاں سے فوراً اپنے مکان پر پہنچا اور نہایت عمدہ کھانا جو حضرت رحمہ اللہ کو مرغوب تھا، تیار کیا اور لے کر حاضر خدمت ہوا، پہلے تو بہت ہی مسرت وبشاشت کا اظہار فرمایا اور بڑی دعائیں دیں بعد ازاں فرمایا: "اگر تمہیں ناگوار نہ ہو تو ایک بات کہوں؟" عرض کیا ضرور۔

فرمایا: "ایسے کھانے کا نام فقراً کی اصطلاح میں "طعام اشراف" ہے، ہر چند کہ فقہاء کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور شریعت میں تین دن کے بعد تو مردار بھی حلال ہے، مگر طریقہ فقراً میں "طعام اشراف" کا کھانا جائز نہیں۔"

میں نے حضرت کا یہ ارشاد سنا تو بغیر کسی ردوقدح اور چون وچرا کے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور کھانا اٹھا کر باہر لے آیا، تھوڑی دیر توقف کے بعد کھانا لے کر پھر حاضر ہوگیا اور عرض کیا کہ جب بندہ اس کھانے کو اٹھا کر لے گیا تھا، تو کیا حضرت کو یہ توقع تھی کہ دوبارہ واپس لائے گا؟ فرمایا: نہیں! عرض کیا: اب تو یہ حضرت کی توقع کے بغیر آیا ہے اس لئے "طعام اشراف" نہیں رہا۔ حضرت میر رحمہ اللہ اس تاویل سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ: تم نے عجیب فراست سے کام لیا، چنانچہ اس کھانے کو بہ رغبت تمام تناول فرمایا۔" (مآثر الکرام ص:۸۸،۸۹)

فائدہ...... "اشراف" کے معنی ہیں کسی چیز کو اوپر سے جھانک کر دیکھنا، اور جب کسی چیز کے حصول کو دل للچائے، یا کسی شخص سے کسی چیز کے حاصل ہونے کی توقع ہو تو اس کو "اشراف نفس" کہتے ہیں، اور یہ اصطلاح مندرجہ ذیل احادیث سے لی گئی ہے:

"عن حکیم بن حزام قال: سألت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاعطانی، ثم سألته فاعطانی، ثم قال لی: یا حکیم! ان هذا المال خضر حلو، فمن اخذهٔ بسخاوة نفسٍ بورک لهٔ فیه، ومن اخذهٔ باشراف نفسٍ لم یبارک لهٔ فیه، وکان کالذی یأکل ولا یشبع، والید العلیا خیر من الید السفلیٰ. قال حکیم: فقلت: یا رسول اللّٰه! والذی بعثک بالحق! لا ازرأ احدًا بعدک شیئاً حتیٰ اُفارق الدنیا. مفق علیه." (مشکوٰۃ ص:۱۶۲)

ترجمہ:...... "حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دست سوال دراز کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھے مال عطا کردیا، میں نے دوبارہ سوال کیا، پھر عطا فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا:’’اے حکیم! یہ مال بڑا سرسبز، دل فریب اور شیریں ہے، جو شخص اس کو سیر چشمی کے ساتھ لے اس کے لئے تو اس مال میں برکت ہوگی، اور جو نفس کی حرص وطمع (اشراف نفس) کے ساتھ لے، اس کے لئے مال میں کبھی برکت نہ ہوگی اور اس کی حالت جوع البقر کے اس مریض کی ہے جو کھاتا جائے، مگر پیٹ نہ بھرے اور اوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا) بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے (یعنی لینے والے سے)۔‘‘

ایک اور حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

’’عن عمر بن الخطاب قال: کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطہ افقر الیہ منی! فقال: خذہ فتمولہ وتصدق بہ، فما جاءک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ، ومالا تتبعہ نفسک. متفق علیہ.‘‘

(مشکوٰۃ ص:۱۶۲)

ترجمہ:......’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال کا کچھ عطیہ دیتے، تو میں عرض کرتا کہ کسی ایسے شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا حرج ہے، اس کو لے لو، اپنے پاس رکھو اور صدقہ خیرات کرو۔ (بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصولی ضابطہ بیان فرمایا کہ) جو مال بغیر طمع نفس اور سوال کے تیرے پاس آجائے اس کو لے لیا کرو اور جو اس شرط پر پورا نہ اترے، اس کے پیچھے رال نہ ٹپکاؤ۔‘‘

ان احادیث میں تصریح فرمائی گئی ہے کہ جس طرح بغیر ضرورت واضطرار کے سوال کرنا جائز نہیں، اسی طرح کسی کی چیز پر نظر رکھنا، اس کے حصول کی حرص اور طمع رکھنا بھی ناپسندیدہ ہے اور اس طرح جو مال حاصل ہو، وہ کبھی خیر وبرکت کا موجب نہیں ہوتا، اس سے نفس کو تسکین نہیں ہوتی بلکہ اس کی جوع البقر میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ الغرض شریعت میں زبان کا سوال جس طرح ناجائز ہے، اسی طرح دل کا سوال بھی مکروہ ہے، اسی کو ’’اشراف نفس‘‘ کہتے ہیں، جس سے بچنے کا اہل اللہ کے یہاں خاص اہتمام ہے۔

ایک پیسہ اور دو کام:

میر سید مبارک محدث بلگرامی قدس سرہ ہی کا ایک اور واقعہ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ موصوف نے اپنے قدیم محلّہ ’’سید واڑہ‘‘ سے ترک سکونت کرکے شہر کی مشرقی جانب ایک میدان میں سکونت اختیار کرلی تھی، وہاں رعایا آباد کی، مسجد بنوائی، رہائشی مکانات بنوائے اور چوروں اور درندوں سے حفاظت کے لئے آبادی کے گرد پختہ دیوار بنوائی۔ اس بستی میں بیشتر نوربافوں کو آباد کیا، کیونکہ وہ اکثر دیندار اور نمازی ہوتے ہیں، اور تمام آبادکاروں کے لئے قانون مقرر کردیا کہ پنجگانہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کیا کریں۔ ایک جولا ہے نے عذر کیا کہ میں پنج وقتہ حاضری سے معذور ہوں، میر رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ دریافت کی تو جولاہا بولا: جتنی دیر نماز کو جاتا ہوں، کام میں حرج ہوتا ہے اور اجرت میں نقصان۔ حضرت میر رحمہ اللہ نے پوچھا کہ روزانہ نماز کے وقت کام بند رہنے سے کتنی کمی واقع ہوجاتی ہے؟ جواب دیا کہ ایک پیسہ! حضرت میر رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک پیسہ ہم سے لے لیا کرو مگر نماز پڑھا کرو، اس نے قبول کرلیا۔

ایک روز یہ جولاہا مسجد میں آیا اور وضو کئے بغیر نماز میں کھڑا ہوگیا، حضرت میر رحمہ اللہ نے ڈانٹا کہ بغیر وضو کے نماز پڑھتے ہو؟ جواب دیا ایک پیسے میں دو کام نہیں ہوسکتے کہ وضو بھی کروں اور نماز بھی پڑھوں، حضرت رحمہ اللہ کو بے اختیار ہنسی آئی اور وضو کے لئے مزید ایک پیسے کا اضافہ فرمادیا۔

دعوت وتبلیغ کا ایک اہم اصول:

یہ تو خیر ایک لطیفہ ہوا، مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

مولانا آزاد رحمہ اللہ نے آگے لکھا ہے:

’’رفتہ رفتہ حائک را رغبت دلی درنماز بہم رسید، واز تقاضائے اجرت درگزشت۔‘‘

(مآثر الکرام، ص:۹۷)

یعنی وہ مسکین جولاہا جو نماز کے علاوہ وضو کے لئے الگ پیسے کا مطالبہ کرتا تھا، رفتہ رفتہ ظاہر کا اثر اس کے باطن پر ہوا، نماز اس کے قالب سے قلب تک پہنچ گئی، اور جو نماز صرف ایک پیسے کے لالچ میں پڑھی جارہی تھی وہی بالآخر دلی رغبت کے ساتھ ادا ہونے لگی، اور یوں اس کے اجر ومزدوری کا معاملہ بجائے میر صاحب کے براہ راست اس ذات عالی سے طے ہوگیا جس کی نماز پڑھانا مقصود تھی۔

بظاہر جو نماز ایک پیسے کے بدلے پڑھی پڑھائی گئی وہ ایک پیسے کی بھی نہیں تھی لیکن شروع

ہی سے اسے یہ مسئلہ سمجھایا جاتا تو بعید نہیں وہ تمام عمر نماز سے محروم رہتا، مگر حضرت میر قدس سرہ نے حکیمانہ تدریج سے اسے نماز کا عادی بنادیا۔ اس تدریجی حکومت سے کم ہمتوں کی ہمت بڑھانا اور بے راہوں کو راہ پر ڈالنا اسوۂ نبوت ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بنوثقیف کا وفد بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو انہوں نے اسلام لانے کے لئے یہ شرط رکھی کہ نہ تو انہیں کبھی جہاد کے لئے بلایا جائے گا، نہ ان سے زکوٰۃ وعشر لیا جائے گا اور نہ انہیں نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں جہاد وعشر کی معافی دی جاتی ہے، رہی نماز تو اس کی معافی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس دین میں ذرا بھی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو: ’’فانہ لا خیر فی دین لا رکوع فیہ۔‘‘

دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد وعشر کی معافی کی شرط پر ان کا اسلام قبول فرمایا، مگر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں تو خود بخود صدقہ بھی ادا کریں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ (ابوداؤد، ص:۴۶۸)

مولانا بدر عالم نور اللہ مرقدہ پہلی روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

’’امام موصوف (خطابی) کا خیال ہے کہ جہاد اور زکوٰۃ کا استثناء بھی یہاں صرف صورتاً تھا، کیونکہ جہاد ہمیشہ فرض نہیں ہوتا، زکوٰۃ بھی نصاب اور حولان حول پر موقوف ہوتی ہے، اس لئے سردست ان کو ان دونوں سے سبکدوش کیا جاسکتا تھا، رہی نماز تو وہ ایک ایسی عبادت تھی جسے دن میں پانچ بار ادا کرنا ہر شخص پر فرض ہے، اس کا استثناء کسی کے حق میں گوارا نہیں کیا جاسکتا، نیز اس وفد بنوثقیف کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین حاصل ہوچکا تھا کہ آئندہ چل کر وہ اپنے شوق سے صدقہ بھی کریں گے اور جہاد بھی کریں گے، ایسی صورت میں ان کے ساتھ لفظی مناقشہ کرنا غیر مناسب تھا۔‘‘

(معالم السنن، ج:۳، ص:۳۵)

اور دوسری روایت کے تحت لکھتے ہیں:

’’اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مبلغ کے لئے اصل مقاصد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اور لفظی مناقشات کرنا نامناسب ہے، بعض مرتبہ صرف لفظی گرفتوں سے اصل مقاصد ہی فوت ہوجاتے ہیں۔‘‘

(ترجمان السنہ، ج:۲، ص:۴۰)

اسی نوعیت کی ایک اور حدیث ابوداؤد، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں بالفاظ مختلفہ مروی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز، روزہ اور شرائع اسلام کی تعلیم فرمائی اور نماز پنجگانہ کی محافظت کا حکم فرمایا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان اوقات میں کچھ زیادہ ہی مشغول ہوتا ہوں، بس کوئی جامع بات، جو کافی وشافی ہو، مجھے بتادیجئے! فرمایا: بہت اچھا! ’’عصرین‘‘ کی پابندی کیا کرو۔ یہ لفظ انہوں نے پہلی بار سنا تھا، عرض کیا: یا رسول اللہ! ’’عصرین‘‘ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز۔

(ابوداؤد، ص:۱، ترجمان السنہ، ص:۴۶)

اس حدیث پر اشکال کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے بجائے ان صاحب کو فجر اور عصر کی پابندی کا حکم کیسے فرمایا؟ علماء کرام نے اس حدیث پر متعدد پہلوؤں سے کلام کیا ہے، مگر سب سے آسان بات وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تدریجی حکمت کو اس میں ملحوظ رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں پنج وقتہ نماز کی نگہداشت کا حکم فرمایا اور انہوں نے ان اوقات میں اپنی شدید مصروفیت کا عذر کیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ مصروفیت کی بنا پر کبھی دیر سویر ہوگئی تو وعدہ شکنی ہوگی، اس لئے کوئی ایسی جامع بات بتایئے جس کو پورے طور پر نبھا سکوں اور وعدہ خلافی نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بگڑ کر کہتا کہ بندہ خدا! ایسی مصروفیت کون سی ہے جو نماز سے زیادہ اہم ہو؟ مگر نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں) ان کے اس عذر پر جرح کرنا خلافِ حکمت سمجھا، اور اس کے بجائے انہیں ’’عصرین‘‘ کی پابندی کا حکم فرمایا، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ ان دو نمازوں کو اگر ٹھیک وقت پر مسجد میں باجماعت ادا کرنے کا التزام کرلیا جائے۔ (اسی کو محافظت کہتے ہیں) تو باقی تین نمازوں کی محافظت کچھ بھی مشکل نہیں رہتی، گویا ’’عصرین‘‘ کی پابندی کا حکم بجائے خود پنج وقتہ کی پابندی کی تمہید یا اس کا پہلا زینہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نومسلم کو جو ابھی چند لمحے پہلے اسلام سے آشنا ہوا، اسی تدریجی سیڑھی کے ذریعہ اسلام کی آخری بلندی اور اس کی انتہائی معراج تک لے جانا چاہتے تھے۔

(اصلاحی مواعظ ج:۵ ص:۳۳۳ تا ۳۴۴)

☆☆..................☆☆

کیا قادیانی خوش اخلاق ہیں؟

مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری

غداران ملک وملت اور دشمنان دین ووطن فتنۂ عظیمہ قادیانیہ کے متعلق عمومی تاثر یہ ہے کہ اس جھوٹے مذہب کے پیروکار حد درجہ بااخلاق، انتہائی باوقار اور خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں اور اس بنیاد پر وہ انسانیت کا دل جیت لیتے ہیں۔ ان کی اخلاقی قدروں اور اعلیٰ سماجی رویوں کی بے بنیاد داستانیں زبان زد عوام و خواص ہیں، لیکن حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ تاریخی حقائق، اس طائفہ ضالہ کے ضال ومضل بانیان ومربیان اور ناخلف جانشینوں کی سوانح اور ان سے منسوب احوال واقوال اس تاثر کی یکسر نفی کرتے ہیں، معمولی سمجھ رکھنے والا منصف مزاج شخص بھی اگر ان کا مطالعہ کرے تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ قادیانیت اور اخلاقیات میں بعدالمشرقین والمغربین ہے، ان کی ڈکشنری اس لفظ سے خالی اور زندگی عالی اوصاف سے عاری ہے۔ آیئے! قادیانی اخلاق باختگی اور بدکلامی و بدزبانی کے کچھ نمونے ملاحظہ کیجئے۔

مخالفین کو غلیظ گالیاں:

نبوت کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کی زبان گوہرفشاں کوثر وتسنیم سے تر اور مشک وعنبر سے معطر ہوتی ہے۔ اپنے مخالف سے شدید اختلاف کے باوجود اس کے لب و لہجے میں ملاحت اور الفاظ میں لطافت ہوتی ہے۔ وہ اپنے مدمقابل سے سخت منازعت کے باوجود اس کے ساتھ کوئی بھی ایسا معاملہ کرنے کو روا نہیں سمجھتا جس سے انسانی قدریں پامال ہوں بلکہ وجادلهم بالتی هی احسن کے قرآنی حکم کی عملی تصویر ہوتا ہے۔

لیکن نبوت کے جھوٹے دعویدار اور قادیان کے گندے خمیر سے جنم لینے والے کذاب ومفتری مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے حریفوں کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں، جن کو نقل کرتے ہوئے بھی زبان لڑکھڑاتی اور قلم لرزتا ہے: ''نقل کفر، کفر نباشد'' کے تحت چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

''جو مجھے نبی نہیں مانتے، وہ کنجریوں کی اولاد ہیں۔'' (روحانی خزائن، جلد۵، صفحہ۵۴۷)

''دشمن (مسلمان) ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۴، صفحہ۵۳)

''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے علوم سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے سوائے کنجریوں کی اولاد کے جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے پس وہ قبول نہیں کرتے۔'' (آئینہ کمالات اسلام، صفحہ۵۴۷)

اللہ تعالیٰ کے متعلق نازیبا گفتگو:

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ یہ تھا وہ اللہ کی طرف سے غیرتشریعی نبی بن کر مبعوث ہوا ہے۔ اس دعویٰ کا بطلان تو اظہر من الشمس ہے، لیکن اگر ایک لمحے کے لئے اس دعویٰ کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ امر لازم ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی نبوت عطا کرنے والے خدا کا احسان مانتے ہوئے اس کی تعظیم بجالاتا اور سراپا شکر بن کر اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا لیکن اس بے مروت انسان نے اپنے بقول منصب نبوت سے نوازنے والے رب کی اہانت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ چنانچہ مرزا کہتا ہے: ''میں نے کشف میں دیکھا کہ میں عورت ہوں اور اللہ تعالیٰ نے (میرے ساتھ) رجولیت کی طاقت (مردانہ قوت) کا اظہار فرمایا۔'' (اسلامی قربانی، ٹریکٹ نمبر۳۴)

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔'' (روحانی خزائن، ج۲۰، ص۳۹۶)

خاتم الانبیاء ﷺ کی توہین:

مرزا غلام قادیانی کے متضاد دعاوی میں سے ایک دعویٰ یہ تھا میں ظلی و بروزی نبی ہوں۔ ظلی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہیں اور میں ان کا عکس اور سایہ ہوں اور بروزی کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری وفات کے تیرہ سو سال بعد دوبارہ اسی کیفیت میں قادیان میں ظاہر ہوا ہوں۔ اس دعویٰ

کے باطل ہونے میں بھی کسی صاحبِ علم ودانش کو تردد نہیں ہوسکتا لیکن اگر علی سبیل الفرض اسے مان لیا جائے تو مرزا قادیانی پر اخلاقی طور پر لازم تھا کہ اپنے بقول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ اور ان کے ظہور ثانی کی شکل ہونے کے ناطے اپنی اصل یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرتا اور اس احسان کے شکریہ کے طور پر ان پر دل وجان سے قربان ہوتا لیکن یہ بدترین خلائق شخص افضل الخلائق ہستی کی بے تکریمی سے بھی باز نہ آیا، چنانچہ مرزا قادیانی نے لکھا:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھالیتے تھے، حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں سور کی چربی پڑتی ہے۔“ (مرزا قادیانی کا مکتوب، روزنامہ الفضل، ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء)

”خداتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی۔“

(روحانی خزائن، ج۱۷، ص۲۰۵)

دیگر انبیاء کرام کی اہانت:

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے درمیان اخوت ومحبت کا عدیم النظیر اور بے مثال رشتہ ہوتا ہے، اپنے معاصر انبیاء کی عزت وتوقیر کرنا اور اپنے سے پیشرو پیغمبروں کا خیر وخوبی کے ساتھ ذکر کرنا، خدا کے سچے رسولوں کا شیوہ رہا ہے۔ کسی پیغمبر کا دوسرے پیغمبر کے بارے میں کوئی نازیبا جملہ قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے۔ اس تناظر میں مرزا قادیانی کو چاہئے تھا کہ اگر بزعم خود وہ نبی ہے تو دوسرے انبیاء کرام کا ہم منصب ہونے کی وجہ سے ان کو اچھے الفاظ سے یاد کرتا لیکن اپنی غلیظ فطرت اور گھٹیا سرشت کے مطابق اس بے ہودہ انسان نے انبیاء کرام کی مقدس جماعت کے عظیم افراد کے لئے ایسی دیدہ دلیری کی کہ الامان والحفیظ۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے عیسیٰ کے خون کا ظہور ہوا۔“

(روحانی خزائن، ج۱۱، ص۲۹۱)

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔“ (حوالہ بالا)

”شیطانی کلمے کا دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہوجاتا ہے۔“

(روحانی خزائن، ج۳، ص۴۳۹)

دعوت فکر:

قارئین کرام! سطور بالا میں آپ نے قادیانیت کے شجر خبیثہ کی اصل مرزا غلام قادیانی اور اس کے چیلوں کی مغلاطات سے بھری ہزارہا عبارات میں سے کچھ گستاخانہ عبارات ”مشتے نمونہ از خروارے“ کے طور پر ملاحظہ کیں، اپنے ضمیر کو جج بنا کر فیصلہ کیجئے، حقیقت کا چشمہ لگا کر دیکھئے اور دل ودماغ سے سوچئے کہ مقدس ہستیوں کے بارے میں ایسی بازاری زبان استعمال کرنے والے خوش اخلاق ہیں؟ کیا ان کو صاحبِ اخلاق کہنا، اخلاق جیسے وصف عظیم کی توہین نہیں؟ ☆

بھارت میں اسلام اور حجاب کے خلاف کارروائیاں ناقابلِ برداشت ہیں

لاہور.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمن ثانی، قاری جمیل الرحمن اختر، مولانا عبدالنعیم، مولانا سید عبداللہ شاہ، مولانا عبدالشکور یوسف، قاری عبدالعزیز، قاری ظہور الحق، مولانا خالد محمود نے خطبات جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے والے کل قیامت والے دن شفاعت محمدی کے حقدار بنیں گے۔ اسلام کی بنیاد جس عقیدے پر قائم ہے وہ ختم نبوت کا عقیدہ ہے انگریز کا خودکاشتہ پودا فتنہ قادیانیت ملک کے مختلف علاقوں میں سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانی کافر ومرتد بنانے کے لئے اپنے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے ہوئے ہیں، جن کا تدارک کرنا حکومت کی آئینی ودینی ذمہ داری ہے۔ علماء کرام نے بھارتی ریاست کرناٹک میں انتہاپسند ہندوؤں کی طرف سے مسلم طالبات کے خلاف شرانگیزیوں پر کہا ہے کہ ”جے شری رام“ کے نعرے کے مقابلے میں ”اللہ اکبر“ کی صدا بلند کرکے مسکان نے دنیا کو دوقومی نظریہ سمجھا دیا ہے۔ مسلم طالبہ مسکان نے واضح کردیا ہے کہ یہ دور ”جے شری رام“ کا نہیں، ”غلبۂ اسلام“ کا ہے۔ دوقومی نظریئے کی دلیلیں مانگنے والوں کو ہندوتوا کے غنڈوں کے درمیان گھری بھارتی مسلم طالبہ کے جذبات کو دیکھنا چاہئے۔ پاکستان میں حجاب کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے لبرلز کے لئے یہ عبرت کی مثال ہے۔ مملکت خداداد پاکستان میں آزاد رہتے ہوئے حجاب پر تنقید کرنے والی بعض مغرب نواز خواتین کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ نڈر بھارتی طالبہ نے غیرت مند لہجے میں ”اللہ اکبر“ کہہ کر واضح کردیا ہے کہ اسلام دبنے کے لئے نہیں ہے، بلکہ مزید ابھر کے سامنے آتا ہے۔ بھارت میں اسلام اور حجاب کے خلاف کارروائیاں ناقابلِ برداشت ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی وتبلیغی اسفار

فیصل آباد کے مدارس کا دورہ

چناب نگر ختم نبوت کورس کے سلسلہ میں راقم ہر سال فیصل آباد کی جامعات میں طلبہ سے خطاب کرتا ہے۔ چنانچہ چناب نگر تخصص کے طلبہ سے فارغ ہوکر فیصل آباد آنا ہوا۔ مولانا عبدالرشید غازی سلمہ کی معیت ورفاقت میں درج ذیل جامعات میں بیان ہوا۔

جامعہ اسلامیہ امدادیہ: جامعہ کے بانی میرے استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت شیخ نذیر احمدؒ تھے۔ حضرت الشیخ ایک عرصہ خیرالمدارس ملتان میں استاذ رہے۔ راقم نے ۱۹۷۴ء میں شیخ سے سلم العلوم بعدازاں قصیدہ بردہ شریف پڑھے۔ خیرالمدارس کے بعد دارالعلوم فیصل آباد پیپلز کالونی نمبر ۲ میں استاذ الحدیث رہے۔ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں آپ نے ستیانہ روڈ پر جامعہ امدادیہ کی بنیاد رکھی۔ یاد قطب الارشاد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ جو علماء دیوبند کے پیرومرشد تھے۔ بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تمام علماء دیوبند کے سرخیل حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء تھے۔ حضرت شیخ نذیر احمدؒ اگرچہ حضرت تھانویؒ کے ایک واسطہ سے خلیفہ تھے، لیکن حضرت حاجی صاحبؒ کی محبت ان کے دل ودماغ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے زمانہ میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ مکتبہ امدادالعلوم سے شائع فرمائے۔ آپ کے اخلاص کی برکت سے جامعہ امدادیہ فیصل آباد کا سب سے بڑا ادارہ ہے، جس میں ہر سال سینکڑوں علماء کرام اور حفاظ سند فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ ۴۲۹۴ علماء کرام سند فضیلت حاصل کرچکے ہیں۔ اساتذہ کرام ۱۸۲، عملہ ۱۰۷ درجہ تخصص سے فارغ ہونے والے مفتی صاحبان ۳۱۸ ہیں۔

حضرت شیخؒ کی وفات کے بعد حضرت کے فرزند اکبر مولانا مفتی محمد طیب مدظلہ آپ کے جانشین اور جامعہ کے مہتمم بنائے گئے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ میں والد محترم کی تمام خصوصیات ہیں۔ ۱۰؍جنوری ۲۰۲۲ء کو عصر کی نماز کے بعد جامعہ کے طلبہ سے خطاب کی سعادت نصیب ہوئی۔

جامعہ محمدیہ ستیانہ روڈ: جامعہ محمدیہ کے بانی مولانا عبدالرزاق مدظلہ ہیں جو استاذ العلماء حضرت الشیخ مولانا نذیر احمدؒ بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے تربیت یافتہ ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں جامعہ امدادیہ سے فراغت کے بعد سمن آباد فیصل آباد میں کرایہ کی عمارت میں جامعہ محمدیہ کا آغاز ہوا، جگہ ناکافی اور کرایہ پر ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ کی تلاش میں رہے تاآنکہ ۲۰۰۷ء میں ستیانہ روڈ پر ۹ کنال دو مرلہ میں استاذ المکرّم حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، مفکر ختم نبوت حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری مدظلہ نے جامعہ محمدیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت کوہ قامت جامع مسجد اور خوبصورت عمارت تعمیر کے مراحل طے کررہی ہے۔ اس وقت دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ ۱۰؍جنوری ۲۰۲۲ء مغرب کی نماز کے بعد جامعہ کے اساتذہ وطلبہ سے خطاب کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہیں چناب نگر کورس کے پس منظر، ضرورت واہمیت پر بیان کیا اور درجہ سادسہ اور اس سے اوپر کے طلبہ کو شرکت کی دعوت دی پندرہ طلبہ نے شرکت کا ارادہ کیا۔

دارالقرآن مسلم ٹاؤن: جامعہ کے بانی امام القرأ حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کے تلمیذ رشید اور حضرت کے فرزند نسبتی استاذ العلماء والقرأ وحفاظ حضرت قاری محمد یاسین دامت برکاتہم ہیں۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان سے فراغت کے بعد ۱۹۷۳ء میں باغ والی مسجد میں مدرسہ ضیاء القرآن کے نام سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ طلبہ کی کثرت کی وجہ سے مسلم ٹاؤن میں ۱۹۹۶ء میں دارالقرآن کا آغاز کیا۔ اس وقت جامعہ میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ مختلف شعبہ جات میں ۶۲۴۰ طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ جن میں سے ۳۵۰۰ طلبہ وطالبات کا کھانا تیار ہوتا ہے۔ جامعہ میں اب تک ۱۴۰۲۴ حفاظ، قرأ اور علماء کرام سند

فضیلت حاصل کر چکے ہیں۔ جامعہ کا عملہ ۱۸۰ افراد پر مشتمل ہے۔ ہر سال سینکڑوں حفاظ تیار کرنے والا ملک بھر میں واحد ادارہ ہے۔۱۰؍جنوری ۲۰۲۲ءعشاء کی نماز کے بعد بیان ہوا، کثیر تعداد میں طلبہ نے کورس میں شرکت کا ارادہ کیا۔

جامعہ فاروق اعظمؓ جھنگ روڈ: جامعہ کے بانی مولانا سیّدنذیر احمد شاہ صاحب مدظلہ ہیں، جو ہمارے حضرت اقدس مولانا عبدالحئی بہلوی نقشبندیؒ کے خلیفہ و تربیت یافتہ ہیں۔ جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں بھی کچھ عرصہ استاذ رہے۔ اب علیحدہ جامعہ کا نظم چلا رہے ہیں، جس میں دورۂ حدیث شریف تک تمام اسباق ہوتے ہیں۔ میرے مشکوٰۃ اور دورۂ حدیث شریف کے ساتھی مولانا عبدالخالق یہاں بڑے اسباق کے مدرس ہیں۔ ہر سال چناب نگر کورس کے لئے حاضری ہوتی ہے۔ امسال ۱۱؍جنوری ۲۰۲۲ءظہر کی نماز کے بعد بیان ہوا، کئی ایک طلبہ نے نام لکھوائے۔

جامعہ مدینۃ العلم بکر منڈی: جامعہ کا سنگ بنیاد مولانا قاری محمد الیاس مدظلہ کی استدعا پر ۱۹۸۷ء میں حافظ القرآن و الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے رکھا۔ حضرت قاری صاحب مدظلہ کی شبانہ روز محنت سے جامعہ میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں اور جامعہ کا نظم حضرت قاری صاحب کے فرزند ارجمند مولانا محمد نواس سلمہ چلا رہے ہیں۔ ہر سال چناب نگر کورس کے سلسلہ میں حاضری ہوتی ہے۔ امسال ۱۱؍جنوری گیارہ بجے صبح اساتذہ وطلبہ سے خطاب کی سعادت نصیب ہوئی، جس میں چند منتہی طلبہ نے نام لکھوائے۔

قاری محمد الیاس مدظلہ نے ۲۰۰۵ء میں امریکا کی ریاست مشی گن ڈائرشٹ میں چرچ خرید کر جامعہ مدینۃ العلم کی بنیاد رکھی۔ چرچ کا ہال بطور مسجد استعمال ہو رہا ہے، جبکہ دس کمروں میں درسگاہیں اور دارالاقامہ ہے، تقریباً چار ایکڑ زمین میں مسلمانوں نے اسکول بنایا ہوا ہے۔

جامعۃ السیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا: جامعہ کے بانی ہماری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن، فیصل آباد مجلس کے سابق امیر مولانا سیّد محمد اشرف ہمدانیؒ تھے۔ اب جامعہ کا نظم مولانا محمد اشرف ہمدانیؒ کے فرزند ارجمند مولانا حامد اشرف ہمدانی مدظلہ چلا رہے ہیں۔ موصوف نے ۱۱؍جنوری مغرب کی نماز کے بعد جامعۃ السیّدہ آمنہ میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت کے عنوان پر جلسہ رکھا، جس میں مضافات کے علماء کرام اور نمازیوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ جامعہ کے طلبہ نے تلاوت ونعت سے سامعین کے دل و دماغ کو محظوظ کیا۔ تفصیلی بیان راقم محمد اسماعیل شجاع آبادی عفا اللہ عنہ کا ہوا، جلسہ مغرب سے عشاء تک جاری رہا۔

ڈیرہ غازی خان کا دوروزہ تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ غازی خان کے مبلغ مولانا محمد اقبال میلسوی کی دعوت پر ۲۲، ۲۳؍جنوری دوروزہ تبلیغی دورہ ہوا۔ دورہ کا آغاز جامعہ محمودیہ کے طلبہ سے خطاب سے ہوا۔ جامعہ محمودیہ کے بانی جمعیت علماء اسلام ڈیرہ غازی خان کے امیر مولانا اقبال رشید مدظلہ ہیں جو ایک کتابی عالم ہیں۔ صرف ونحو کے علوم پر دسترس رکھتے ہیں، تو تک کے جامعہ میں ایک عرصہ تک استاذ رہے۔ جامعہ تو تک میں ابن محمود فخر جمعیت مولانا عطاء الرحمٰن مدظلہ نے ان سے صرف پڑھی۔ چند سال قبل انہوں نے راجن پور بائی پاس ڈیرہ غازی خان میں جامعہ محمودیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا، جس میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔ صبح گیارہ بجے بیان ہوا۔

مدرسہ دارالافتاء خیابان سرور: مدرسہ میں ظہر کی نماز کے بعد بیان ہوا۔ دارالافتاء کا آغاز مولانا مفتی خالد محمود مدظلہ کی مساعی جمیلہ سے ۲۰۰۸ء میں ہوا، یہاں بھی دورۂ حدیث شریف تک تمام اسباق ہوتے ہیں۔ مولانا جمال ناصر جمعیت علماء اسلام کے ممتاز راہنما ہیں۔ اسی ادارہ سے وابستہ ہیں۔ بانی ادارہ مولانا مفتی خالد محمود، مولانا جمال عبدالناصر کے بڑے بھائی ہیں۔ دارالافتاء سے گیارہ طلبہ نے نام لکھوائے۔

جامعہ رحیمیہ عابدیہ: فرید آباد کالونی ڈیرہ غازی خان کے بانی مولانا قاری عبدالباسط مدظلہ ہیں، یہاں بھی دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔ ساڑھے تین بجے سے چار بجے سہ پہر تک بیان ہوا۔ چناب نگر کورس کے لئے آٹھ طلبہ نے نام لکھوائے۔ ڈیرہ غازی خان کے مدارس میں طلبہ کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں ہے، کیونکہ طلبہ کا رخ ملتان کی جامعات کی طرف ہے۔ طلبہ کی تعداد مناسب ہونے کے باوجود علماء کرام محنت سے دورۂ حدیث شریف تک اسباق پڑھاتے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر جمال سرور کالونی میں واقع ہے۔ ۵ کمرے مکمل ہو چکے ہیں۔ دروازوں اور کھڑکیوں میں شیشے لگانے باقی ہیں۔ عصر کی نماز اپنے دفتر میں ادا کر کے تونسہ شریف کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان مدارس میں مولانا محمد اقبال کی مساعی جمیلہ سے بیانات ہوئے۔

جامعہ محمدیہ خانقاہ گلشن محمد تونسہ شریف:

جامعہ میں رات کا آرام وقیام ہوا۔جامعہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن تونسوی مدظلہ ہیں۔جو جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے فاضل ہیں۔ انہوں نے گلشن محمد میں شاندار ادارہ کی بنیاد ۲۷رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ کو رکھی۔جامعہ سے سینکڑوں علماء کرام، مفتیان عظام، بنات میں عالمات و حافظات تعلیم و ترتیب حاصل کر چکے ہیں۔ جامعہ کی شاخوں سمیت تقریباً ساڑھے سات سو طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق کی تعلیم ہوتی ہے۔۲۳رجنوری قبل از نماز ظہر بیان ہوا، جس میں دو درجن کے قریب طلبا نے نام لکھوائے، نیز ۷راکتوبر۲۰۲۱ء کو ملتان میں منعقد ہونے والی عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے لئے محنت کرنے والے سات علماء کرام کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ غازی خان کی طرف شیلڈز دی گئیں جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں: شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن تونسوی مدظلہ مہتمم جامعہ محمدیہ گلشن محمد تونسہ شریف، مولانا امان اللہ قیصرانی امیر جمعیت علماء اسلام تونسہ شریف، مولانا رحمت اللہ مہتمم خانقاہ امدادیہ کھڈ بزدار تونسہ شریف، مولانا عبیدالرحمٰن عثمانی ٹبی قیصرانہ، مولانا غلام مصطفیٰ اشعری ریتڑہ، مولانا عبدالعزیز لاشاری امیر مجلس تونسہ شریف، مولانا عبدالغفور سبحانی وہوا، مولانا قاری محمد ابراہیم مجاہد داؤ موڑ۔

مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ کی عیادت:

مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ رحیم یار خان کی چوہان برادری سے تعلق رکھتے ہیں، خوش الحان خطیب لاثانی ہیں۔ بچے تھے کہ مخدوم المشائخ حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کی خدمت میں تعلیم کے لئے آئے اور مدرسہ اشرف العلوم شجاع آباد میں حضرت بہلویؒ کے زمانہ میں قرآن و حدیث کی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے۔شجاع آباد کی خواجہ برادری میں ان کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔ اللہ پاک نے بیٹوں اور بیٹیوں سے نوازا۔مجلس احرارِ اسلام کے شعبہ تبلیغ سے اپنی تبلیغی زندگی کا آغاز کیا۔ بعدازاں خطیب پاکستان مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی ترغیب پر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت میں مبلغ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ مجلس تحفظ حقوق اہلسنت نے تنظیم اہلسنت کی کوکھ سے جنم لیا۔ مولانا دین پوریؒ صدر اور مولانا عبدالمجید شاہ ندیمؒ جنرل سیکریٹری بنائے گئے۔ ازاں بعد مجلس علماء اہلسنت کے نام سے خطباء نے نئی تنظیم کی بنیاد رکھی۔حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری صدر اور مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ ناظم اعلیٰ، مولانا عبدالکریم ندیم ناظم منتخب ہوئے۔ ملتان کے گجر کھڈہ کے علاقہ میں دفتر بنایا گیا، جس میں کئی ایک نامور خطیب ہر ماہ تشریف لاتے اور تبلیغی ضروریات کے تحت ملک بھر میں تبلیغی پروگرام رکھے جاتے۔موبائل نے تمام رونقیں ختم کر دیں۔ دفاتر کی ضرورت نہ رہی۔ خطباء کرام سے ٹیلی فون پر پروگرام نوٹ کرا دیئے جاتے ہیں۔ دفتر کا نظم مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ چلاتے رہے۔ آئندہ چل کر دفاتر بند کرنا پڑے۔ اس دوران مولانا موصوف کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ مولانا خوش خوراک، خوش لباس تنومند جوان تھے ٹبی قیصرانی تونسہ شریف کے جماعتی حلقہ میں ان کا عقد ثانی ہوا۔شجاع آباد چھوڑ کر ٹبی قیصرانی کے ہوکر رہ گئے۔ دل اور فالج کے اٹیک ہوئے جس سے ان کی تمام مساعی جمیلہ نہ ہونے کے برابر رہ گئیں۔۲۳رجنوری قبل از مغرب ان کی عیادت کی اور ان سے دعائیں لیں اور قریب ہی المرکز الاسلامی داؤ موڑ میں رات قیام و آرام کیا۔

المرکز الاسلامی داؤ موڑ: المرکز الاسلامی داؤ موڑ کا سنگ بنیاد ۸رذوالحجہ ۱۴۳۳ھ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے موجودہ مرکزی امیر حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ نے رکھا۔ ادارہ علاقہ میں حفظ و تجوید کی معیاری درسگاہ ہے، جس کے بانی حضرت مفتی محمد شاہد نقشبندی مدظلہ ہیں، قاری محمد ابراہیم مجاہد کی نظامت میں ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ صبح نو بجے خانقاہ امدادیہ کھڈ بزدار میں اساتذہ و طلبہ سے خطاب ہوا۔ ۲۴رجنوری صبح کی نماز کے بعد درس ہوا۔

ڈیرہ اسماعیل خان میں دوروز

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ اسماعیل خان کے مبلغ مولانا حمزہ لقمان سلمہ کی دعوت پر ۲۴رجنوری کو جامعہ محمدیہ پرووا میں صبح دس بجے بیان ہوا۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد عمر مدظلہ ہیں۔ جامعہ میں

دعائے صحت کی اپیل

حاجی خدا بخش مدظلہ باہمت جماعتی بزرگ ہیں، جن کی مساعی جمیلہ سے بستی میرانی میں مسجد تعمیر کی گئی، موصوف بیمار ہیں۔علماء کرام نے ان کی صحت و عافیت کے لئے دعا کی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

مشکوٰۃ شریف تک اسباق ہوتے ہیں۔ چھ طلبہ نے نام لکھوائے۔

جامعہ مسجد خالد ابن ولید میں فکری نشست: مسجد مذکور کے امام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ کے امیر مولانا قاری محمد طارق مدظلہ ہیں۔ ان کی دعوت پر علماء و وکلاء، ڈاکٹرز اور تاجروں کی فکری نشست منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولانا قاری محمد طارق نے کی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت مولانا قاری محمد احسان اللہ نے حاصل کی۔ فکری نشست میں تاجروں کے علاوہ مولانا قاری محمد اسلم معاویہ، قاری محمد عرفان، قاری عبدالباسط، قاری خرم ندیم، قاری برکت اللہ نے شرکت کی۔ قاری محمد طارق مدظلہ نے ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا، جو ختم نبوت کانفرنس حق نواز پارک ڈیرہ اسماعیل خان کی کامیابی کے لئے کوشاں رہے۔ آخر میں راقم نے تحریک ختم نبوت کے حوالہ سے تفصیلی بیان کیا۔ نیز ممبر سازی کی ترغیب دی۔

ڈیرہ اسماعیل خان ہر زمانہ میں تحریک ختم نبوت کا مرکز رہا ہے۔ فاضل دیوبند مولانا علاؤالدینؒ مرکزی شوریٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ممبر رہے۔ صوفی ریاض الحسن گنگوہیؒ متحرک بزرگ تھے۔ مرکزی شوریٰ کے ممبر رہے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا قاری محمد طارق مدظلہ ابن مولانا حکیم شمس الدینؒ امیر، مولانا قاضی عبدالحلیم ناظم اعلیٰ، مولانا قاری احسان اللہ احسان، شیخ محمود الحسن ناظم نشر و اشاعت، قاری حفیظ اللہ ناظم تبلیغ منتخب ہوئے۔ الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ اسماعیل خان کا یونٹ فعال یونٹ ہے۔ ۳/اکتوبر ۲۰۲۱ء کو اس یونٹ نے کانفرنس کا اہتمام کیا۔ حق نواز پارک میں عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ امیر مرکزیہ حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے بیانات ہوئے۔ کانفرنس یادگار کانفرنسوں میں سے تھی۔

جامعہ نعمانیہ صالحیہ: جامعہ کے بانی حضرت مولانا علاؤالدینؒ کے پردادا مولانا صالح محمدؒ تھے۔ ان کے بعد ان کے جانشین مولانا محمد زکریاؒ بنے۔ ان کے بعد مولانا احمد دینؒ نے مسند سنبھالی، یہ سلسلہ تدریس مسجد میں جاری رہا، تاآنکہ مولانا علاؤالدینؒ، مولانا سراج الدین دارالعلوم دیوبند سے پڑھ کر آئے اور ان کی دعوت پر شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ۱۹۴۲ء میں یہاں تشریف لائے اور باضابطہ بنیاد رکھی۔ مذکورہ بالا برادران تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مولانا علاؤالدین ۱۶/دسمبر ۲۰۱۳ء کو راہی ملک عدم ہوئے، ان کی وفات کے بعد ان کے فرزندان گرامی، مولانا ڈاکٹر وحیدالدین مدظلہ، مولانا محمد فاروق مدظلہ، مولانا قاضی افتخار احمد، مولانا اشرف علی، مولانا مسعود الرؤف، مولانا قاری ضیاءالدین نے اپنے والد گرامی کے ادارہ اور مسند کو سنبھالا۔ اول الذکر مولانا ڈاکٹر وحیدالدین مدظلہ جامعہ کے مہتمم اور حضرت کے جانشین مقرر ہوئے۔ حضرت والا کے ایک اور فرزند ارجمند مولانا قاضی افتخار احمد نے جامعہ نعمانیہ صالحیہ حدیثہ کا اہتمام سنبھالا ہوا ہے۔ جامعہ میں خطاب کے بعد حضرت مولانا علاؤالدینؒ، مولانا محمد عرفانؒ کے مزارات پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ جامعہ نعمانیہ صالحیہ کے انیس طلبہ نے چناب نگر کورس کے لئے نام لکھوائے۔

جامعہ مدینۃ العلم مدینہ کالونی: جامعہ میں مولانا قاری محمد عرفان مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت اقدس پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ کے حکم پر عصر کی نماز کے بعد طلبہ اور نمازیوں سے بیان کی سعادت حاصل ہوئی۔ مدینۃ العلم مدرسہ اور خانقاہ حضرت ہزارویؒ کے حکم پر بنائے گئے۔ الحمدللہ! ختم خواجگان، ذکر و فکر کی مجالس قائم ہوتی ہیں۔ مولانا قاری محمد عرفان مدظلہ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ حصہ لیتے ہیں۔

جامع مسجد الحبیب بلوچ نگر: مسجد کے خطیب مولانا محمد اسلم معاویہ مدظلہ ہیں۔ مقامی جماعت کے ذمہ داروں میں سے ہیں۔ ۲۵/جنوری ۲۰۲۲ء مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا، جس میں کثیر تعداد میں نمازیوں نے شرکت کی، جامعہ نعمانیہ کے مہتمم مولانا ڈاکٹر وحیدالدین مدظلہ کے حکم پر عشاء کی نماز کے بعد درس دیا۔

ختم نبوت چوک کا افتتاح

بستی شیر و والا نزد بستی میرانی تونسہ شریف میں ۲۳/جنوری عصر کی نماز کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن تونسوی مدظلہ، مولانا عبدالعزیز لاشاری اور محمد اسماعیل شجاع آبادی کے ہاتھوں ختم نبوت چوک کا افتتاح کیا گیا۔ چوک کے افتتاح کے لئے مولانا عبید الرحمٰن اور ڈاکٹر محمد عامر نے تگ و دو کی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

بقیہ:...... شعبان المعظم .... عظمت وفضیلت

کی بات ہے۔تبھی تو ایک عارف نے کہا تھا:

اے دوست چہ پُرسی کہ شب قدر کیستی
ہر شب شبِ قدر است گر قدر بدانی

یعنی شبِ قدر کب ہوگی؟ یہ پوچھنا چھوڑ کر اپنی ہر شب کو بارگاہِ خداوندی میں حاضری دے کر آہ وبکا سے قیمتی بنالے اور مغفرت کا پروانہ پالے تو زندگی کی تمام راتیں شبِ قدر کا درجہ پاسکتی ہیں۔اسی طرح پندرھویں شعبان کی فضیلت اور اس رات میں جاگ کر عبادت کی اہمیت بھی بعض فرامین نبوی میں وارد ہوئی ہے۔حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:''جب نصف شعبان آجائے تو تم اس کی رات میں قیام کیا کرو اور اس کے دن کا روزہ رکھا کرو۔''(رواہ ابن ماجہ)

احادیث کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرما کر پکارنے والوں کی پکار سنتا ہے، ہر رات میں ایسی گھڑی گزرتی ہے جس میں دعا مقبول ہوتی ہے، رات کا آخری پہر بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوجاتا ہے۔قرآن کریم میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے، جن کے پہلورات کے کسی حصے میں اپنے بستروں سے جدا ہوکر خدا کے حضور سربسجود ہوتے ہیں، حشر میں ان تہجد گزاروں کو ایک خاص فرشتہ پکار کر کھڑا کرے گا اور یہ بہت تھوڑے ہوں گے، خدا کرے کہ ہم بھی ان میں سے ہوجائیں، وما توفیقی الّا باللہ!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا محمد و علیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، لیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۲۱/جنوری ۲۰۲۲ء کو جامع مسجد کرنال والی لیہ میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔قبل از جمعہ پہلی نشست منعقد ہوئی، جس کی صدارت مقامی امیر مولانا محمد حسین مدظلہ نے کی، جبکہ مناظر اسلام حضرت مولانا ابوالکلام صدیقی نے محققانہ خطاب فرمایا۔بعد نماز جمعہ دوسری نشست منعقد ہوئی، تلاوت ونعت کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر پیرطریقت حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم نے تفصیلی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے پیشرو امرأ مجلس کی طرز عمل کے مطابق چہار دانگ عالم قادیانیت کا بھرپور تعاقب کیا جائے گا۔انہوں نے فرمایا کہ وہ دن دور نہیں کہ پوری دنیا میں قادیانیت کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔تیسری نشست مغرب کی نماز کے بعد منعقد ہوئی، اس کی صدارت مجلس لیہ کے امیر مولانا محمد حسین مدظلہ نے کی۔تلاوت قرآن پاک کا اعزاز قاری محمد بلال نے حاصل کیا۔نعت بابا غلام حسین تونسوی اور ناصر محمود میلسوی نے پیش کی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور نبیرۂ تونسویؒ مولانا عبدالحمید تونسوی مدظلہ کے خطابات ہوئے۔کانفرنس کا انتظام مولانا قاری عبدالشکور، مولانا محمد ساجد، ماسٹر محمد شفیق، قاری محمد امین، محمد شاہد اور دوسرے رفقاء نے مولانا محمد حسین مدظلہ کی نگرانی میں کیا۔کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔

29 واں
سالانہ
ختمِ نبوۃ کورس
نامور علماء ومناظرین و
ماہرینِ فن لیکچر دیں گے
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام
زیر سرپرستی
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خان خاکوانی
2022
5 مارچ
تا
27 مارچ
2022
مدرسہ عربیہ ختم نبوۃ
مسلم کالونی
چناب نگر
کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ سادسہ یا بی اے پاس ہونا ضروری ہے
شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا، جس کی قیمت تقریباً پانچ ہزار ہوگی
کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی
داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔
موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے
درخواستوں کیلئے پتہ
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ
برائے رابطہ
مولانا عزیز الرحمن ثانی
0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری
0300-6733670